برگِ ثناءِ حرف

ضیاءِ شہبازی

ناشر

ولی العالم اکیڈمی

خانقاہِ عالیہ شہبازیہ

نعتیہ قصائد کا عطر بیز مجموعہ

برگِ ثنا حرف حرف

نکہتِ فکر

ضیا شہبازی

برگ ثنا حرف حرف

ضیا شہبازی

نعتیہ قصائد کا عطر بیز مجموعہ

برگ ثنا حرف حرف

نکہت فکر

سیدنا العلام الحاج ابوالفرح سید شاہ محمد اشتیاق عالم ضیا شہبازی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ شہبازیہ، بھاگلپور شریف، بہار

ناشر
حضرت مولانا ولی العالم اکیڈمی
شعبہ نشرواشاعت۔ خانقاہ عالیہ شہبازیہ، ملاچک بھاگلپور شریف، بہار

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

سلسلہ اشاعت نمبر۔ ۷

نام کتاب : ضیاء الافکار فی مناقب سید الابرار مسمیٰ بہ ''برگ ثنا حرف حرف''

مصنف : علامہ الحاج ابوالفرح سید شاہ محمد اشتیاق عالم المتخلص ضیاؔ شہبازی
سجادہ نشین خانقاہ عالیہ شہبازیہ ملا چک شریف، بھاگلپور، بہار

کتابت : شہبازیہ کمپیوٹرز۔ شعبہ کتابت ''شہبازیہ علمی، روحانی مرکز''

پروف ریڈنگ : رفقائے ادارہ

سن طباعت : ۱۴۲۸ھ نبوی مطابق ۲۰۰۷ء

صفحات : ۱۸۴

قیمت :

ناشر : حضرت مولانا ولی العالمؒ اکیڈمی۔ خانقاہ عالیہ شہبازیہ ملا چک شریف، بھاگلپور

ملنے کے پتے

خانقاہ عالیہ شہبازیہ، جامعہ شہبازیہ، ملا چک شریف، بھاگلپور۔ ۸۱۲۰۰۲

نیو کتاب منزل تاتارپور چوک بھاگلپور

کمالیہ بک ڈپو تاتارپور بھاگلپور

فہرست

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علی

فاطمہ

حسن

حسین



مَولَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمْ

انتساب

حضرت فیض درجت امام المسلمین والدی ومرشدی حضرت الحاج مولانا سید شاہ مفی العالم ''صفی شہبازی'' علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین چہاردہم خانقاہ عالیہ شہبازیہ کے اِم نامی اسم گرامی سے ''برگِ ثنا حرف حرف'' کومنسوب کرنا اپنی سعادتمندی اور فیروز بختی تصور کرتا ہوں کہ میرے پاس جتنا اور جو کچھ بھی ہے علم وادب کے نام سے وہ سب انہی کے فیضان نظر وراحسان تربیت کا صدقہ ہے۔

شعر گوئی کی میراث حضرت والا نے اپنے آباؤ اجداد سے پائی اور اس بے مایہ نے آپ کی چشم کرم سے۔

اس مجموعہ قصائد کو آپ کی ذات سے معنون کرتے ہوئے اشک بار آنکھوں سے عرض گزار ہوں۔

وقت کی دھوپ نے جھلسا دیے چہرے کتنے
میرا موسم ، مرا بادل ، مرا سایہ تو ہے

طالب دعا
ضیا شہبازی

ہدیۂ اخلاص

☆ پروفیسر علیم اللہ حالی

من حیث المجموع شاعری کی تقدیس کے بارے میں تو کوئی دعویٰ نہیں کیا جا سکتا لیکن ایک صنف قصیدہ نعتیہ ہے جس نے بلا شبہ شاعری میں ارتفاع و تقدیس کے عناصر پیدا کر دئے ہیں۔ شاعری چاہے جس نوع کی ہو ہم سے اخلاص اور روحانی رشتے کی متقاضی ہوتی ہے۔ یہ نہ ہو تو شاعری بے جان اور بے اثر ہو جاتی ہے۔ علمائے ادب اور مفکرین و فلاسفہ نے اکثر و بیشتر اس مسئلے پر غور و فکر کیا ہے اور اسے اپنے مقالات و مکالمات کا موضوع بنایا ہے کہ شاعری میں تاثیر کیوں کر پیدا ہوتی ہے۔ الفاظ کا ذخیرہ تو متعین ہے، انکے مفاہیم میں بھی زیادہ تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں رہتی، جملوں کی ساخت میں تبدیلیاں بھی معمولی اثرات پیدا کرتی ہیں، اوزان و بحور بھی طے شدہ ہیں، صوتی نظام بھی ہر معاشرے اور ہر لسانی قماش میں متعارف ہے.......... پھر کیا وجہ ہے کہ کسی شعری اظہار میں ہمارے جذبے نہیں جاگتے۔ ان کی قرأت یا سماعت ذہن و روح کو متاثر نہیں کرتی بخلاف اس کے بعض شعری اظہارات ہمیں حد درجہ متاثر کر دیتے ہیں، ان سے ہمارے وجود میں اضطراب و ہیجان پیدا ہونے لگتا ہے۔ کہنے کو تو سب الفاظ کا کھیل ہے لیکن آخر یہ الفاظ کبھی مردہ کیوں ہو جاتے ہیں اور کبھی کبھی اس قدر زندہ اور متحرک ہو جاتے ہیں کہ انسانی اذہان و قلوب پر ضربیں لگانے کے علاوہ فطرت کی دیگر اشیاء کو متاثر و متحرک کر دیتے ہیں۔

یہ قصہ طویل ہو سکتا ہے، ابھی اس بحث کی کوئی گنجائش نہیں، مختصر یہ ہے کہ ہر وہ شعری اظہار ہمیں متاثر کر سکتا ہے جس کے محرکات کا تعلق ذہن و روح کی گہرائیوں سے ہو...... اور یہ کیفیت صرف اور صرف عشق کے وسیلے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ عشق کا جذبہ جس قدر قوی ہوگا، جس قدر نفیس

ولطیف اور لحاتی مادی روابط سے دور تر ہوگا وہ اسی قدر توانا اور پائیدار ہوگا۔ ظاہر ہے کہ عشق الٰہی اور عشق رسول ﷺ سے بڑھ کر لطیف ونظیف کیفیت اور کیا ہو سکتی ہے، یہاں انسان مادی تقاضوں اور روابط سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ یہ جذبہ اپنی تمامتر لطافت کے ساتھ لفظوں کی جامدیت اور کثافت کے پیرایے میں ہویدا ہوتا ہے تو الفاظ، بحور، اوزان سب کو مصفیٰ ومنزہ کر دیتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ ''لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی''، لیکن لطافت کی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ کثافت کو بھی سماوی پرواز کی طاقت بخش دیتی ہے۔

ان کلیات وقضیات کی روشنی میں قصائد حمدیہ ونعتیہ کا مرتبہ بلاشبہ سب سے بلندتر ہو جاتا ہے لیکن یہ بات بھی ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ ہر شعبے میں حسن پرستی کا دعویٰ کرنے والے بہت سے بوالہوس بھی داخل ہو گئے ہیں، نعت گوئی کے میدان میں بھی یہ مداخلت بیجا ہوتی رہی ہے۔ جذب وکیف اور رشتہ روحانی کے بغیر کچھ نعت گویوں نے ہمارے معاشرے میں تعارف وتعریف کی دولت تو حاصل کر لی ہے مگر وہ قبولیت کی اخروی نعمت سے کس حد تک مستفید ہو سکیں گے وہ خدا جانے......

میرا خیال ہے کہ نعتوں کا معاملہ صرف الفاظ وتراکیب کی ہنرمندانہ پیش کش اور استعمال سے حل نہیں ہو جاتا، اس کے لئے تو اس انجذاب کی ضرورت ہوتی ہے جس کی طرف غالبؔ نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے.........

از مہر تابہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ
طوطی کو ہر جہت سے مقابل ہے آئینہ

اور بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ صوفیوں کا ذرۂ وجود ہی ہے جو اس مہر لازوال کے مقابل ہونے کی آرزو کر سکتا ہے.........

پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی ــــــ پھر ان کو دیکھنے کی تمنا کرے کوئی

سیدنا العلام الحاج ابو الفرح سید شاہ محمد اشتیاق عالم ضیاؔ شہبازی سجادہ نشین خانقاہ عالیہ شہبازیہ، بھاگلپور (بہار) کے قصائد نعتیہ کا مطالعہ کرتا ہوں تو ایک طرف ان کے فنی کمالات کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف ان کے اس باطنی وفور کا احساس ہوتا ہے جو خدا اور رسول خداﷺ کے عشق بے نہایت کا عطیہ ہے۔ مجھے ان کے نعتیہ قصائد کے مسودے (برگ ثنا حرف حرف) کے مطالعے کا شرف مولانا نورالزماں مصباحی رحمٰن پوری کے وسیلے سے حاصل ہوا۔ حضرت ضیاؔ شہبازی کی یہ منظومات ان کے جذبۂ بے کراں کے ساتھ ساتھ ان کی قابل رشک قوت اظہار، تسلسل موضوع، الفاظ کی برجستگی، بیان کی روانی، مرکزی موضوع سے ہمہ دم وابستگی اور حسن تراکیب نیز دوسری فنی خوبیوں سے اس امر پر اصرار کرتی ہیں کہ انہیں بار بار سنا جائے، بار بار پڑھا جائے اور روحانی انبساط حاصل کیا جائے۔ سچ پوچھئے تو میں اب تک حضرت ضیاؔ شہبازی کے تخلیقی کمالات سے واقف نہیں تھا، اب جو واقف ہوا ہوں تو یہ تعارف ایک پائیدار تاثر میں بدل چکا ہے، ماننا پڑتا ہے کہ..........

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

میں اس مجموعے کا استقبال کرتا ہوں..........

/

نیاز کیش
علیم اللہ حالیؔ

۱۷ر فروری ۲۰۰۷ء

Address:..........

Prof.Alimullah Hali , White House Compound, GAYA-823001

احوال واقعی

قصیدہ کی مختلف شاخوں میں حمد وثنا اور نعت بھی شامل ہے۔فرق یہ ہے کہ قصیدہ خواہ سود کا ہو یا ذوق کا حصول زر کی خواطر لکھا گیا اس کے برعکس حمد وثنا کا تعلق ایمان وایقان سے ہے۔قیام وقعود، رکوع وسجود جو نماز کے ارکان میں ہیں ان سب میں حمد وثنا ہی کے چھلکے نظر آتے ہیں۔الحمد شریف کی پہلی تین آیتیں بھی حمد ہی ہیں اور بقیہ چار آیتیں مناجات کی صورت میں ہے،غرض حمد وثنا کا تعلق صرف اور صرف ایمان سے وابستہ ہے جب کہ نعت شریف کا تعلق وارفتگی اور والہانہ پن سے ہے۔جس کی شہادت کلمہ طیب کے دوسرے حصہ ''محمد رسول اللہ'' سے ہے یہی جذبۂ ایمانی جب ترسیل کی راہ ڈھونڈتی ہے تو نعت شریف کا ورود ہوتا ہے۔جس میں رسول آخر الزماں ﷺ کے معجزات، عادات وخصائل اور سیرت پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

پیش نظر مسودہ ابو الفرح سید شاہ محمد ذکی العالم المعروف سید شاہ محمد اشتیاق عالم ضیا شہبازی، سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ شہبازیہ، ملا چک، بھاگلپور-۲ (بہار) کی نعت شریف کا مجموعہ ہے۔ موصوف کا تعلق اس خانقاہ سے ہے جسکے بانی حضرت شہبازؒ تھے جو اپنے وقت کے باکمال صوفیہ بھی تھے اور صاحب تصنیف بزرگ بھی۔ایسی قدیم روش پر حضرت موصوف گامزن ہیں۔پیش نظر مسودہ پر یہ شعر صادق آتا ہے کہ......

اعجاز فن ہے یا کہ کمالِ سخنوری

بہتا ہے لفظ لفظ سے دریا گلاب کا

نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنے سے کم نہیں کہ..... ''نہیں آسان جو آسان نظر آتے ہیں''۔اس

کے باوجود ''سہل الفاظ میں بھی شیشہ گری'' کا لطف موصوف کی نعت میں ملتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہر نعت اتنی رواں اور دل نشیں ہے کہ بے ساختہ داد دینے کو جی چاہتا ہے۔

چند اشعار دیکھئے:......

اونٹ بھی انکی نبوت کا گواہ ہرن بھی فریاد لائی دیکھئے

یتیم، بیوہ، تہی دست، مفلس وکمزور درِ رسول ﷺ کا ٹکڑا سبھی کو پال گیا

تیری انگشتِ مبارک کے تعارف کیلئے چاند شق ہونا لکھوں، اشجار کا جھکنا لکھوں

یہ تلمیحی اشعار اسطرح کے اور بھی نظر آئینگے۔

التزام کے چند اشعار بھی دیکھئے......

گلاب ومشک، گلابہ، جواہرات کی خشت بنے زمانے میں کیا کیا نزاکتوں کے محل

زمین پھول، چھتیں آئینہ، مینار گہر زمردیں در و دیوار نکہتوں کے محل

تراش سبزہ، شکر نہر، چشمے فوارے حصارِ نور میں شفاف ندرتوں کے محل

شباب، شعر، شرارے، شراب کی یورش قمیص کس کی جوانی کی ان سے تر نہ ہوئی

نورِ دل، نورِ حرم، نورِ جہاں، نورِ خدا تیرا ثانی ترے خالق نے بنایا بھی نہیں

دشتِ جفا، ہجومِ خزاں، ظلمِ بے کراں پھیکا پڑا نہ رنگ کسی جا گلاب کا

اس مجموعہ نعت کی بڑی خوبی یہ ہے کہ ردیف کو عنوان بنایا گیا ہے۔ کئی نعت تو کئی کئی مطلوں پر مشتمل ہے جو قادر الکلامی کی دلیل ہے۔ قوافی کی ندرت بھی قابل داد ہے جیسے چھینٹا، بجا بجا، ہٹا ہٹا، اوڑھا اوڑھا، جھالر وغیرہ۔ اخیر میں صلوٰۃ والسلام سنی مسلک کے وابستہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔

خود فرماتے ہیں......

میں وہ سنی ہوں ضیائے شاہبازی کہ مرا
حشر تک لاشہ کہیگا الصلوٰۃ والسلام

غرض یہ ''صرف یہ شاعری نہیں مدح شہِ انام ہے''۔ پھر بھی شاکی ہیں کہ......

شہرِ سخن میں بھیڑ تو اونچے سروں کی ہے   ملتا ہے کون دیکھیں شناسہ گلاب کا

گلاب کی خوشبو جس طرح تمام خوشبودار پھولوں پہ بھاری ہے اسی طرح یہ ہدیہ مجموعہ نعت بھی اپنی روانی اور ایقان کی بدولت اہل دل اور ہوش و خرد والوں کیلئے مشام جاں ہے۔

ش۔م۔ عارف ماہر آروی

برہ بترہ، آرا (بہار)

۲۶ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۵ فروری ۲۰۰۷ء

چند کلمات

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیا والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ وازواجہٖ الطیبین الطاھرین اجمعین ٥

لفظ **حمد** (تعریف) جس کے ذریعہ قرآن مجید کا آغاز ہوتا ہے اور قرآن مجید اس بے مثل رب کا بے مثل کلام ہے جو تمام عالمین کا رب ہے...... (**الحمد لله رب العلمین**)، جس کا بھیجا ہوا آخری رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عالمین کے لئے سراپا رحمت ہے...... (**وما ارسلنک الا رحمة للعلمین**) جس کی نازل کردہ آخری کتاب (قرآن مجید) عالمین کے لئے نصیحت ہے...... (**قل لا اسئلکم علیه اجراً ان هو الا ذکری للعلمین**)...... اور جس کا گھر (بیت اللہ شریف) عالمین کے لئے ہدایت وبرکت ہے...... (**ان اول بیت وضع للناس للذی ببکة مبارکاو ھدی للعلمین**)۔

حمد وثنا، شکر وسپاس، تعریف وخوبی ذاتی اور حقیقی طور پر اللہ ہی کیلئے ہے لیکن رب قدیر نے رسول کریم کے لئے ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نام عطا فرما کر عالمین میں یہ واضح پیغام دیا کہ اس ہستی کی تخلیق ہی تعریف وتکریم کیلئے ہوئی ہے۔ گویا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف حقیقت میں رب قدیر کی تعریف ہے، رسول پاک کی خوبی بیان کرنا خدائے پاک کی خوبی بیان کرنا ہے، رسول اللہ کی مدح سرائی اللہ تعالیٰ کی حمد خوانی ہے، رسول باکمال کی عزت وعظمت خدائے

ذوالجلال کی عزت وعظمت ہے اور رحمۃللعلمین کی اطاعت ومحبت ہی عین رب العلمین کی اطاعت ومحبت ہے (من یطع الرسول فقد اطاع اللہ)۔ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کمال ہے کہ ان کی تعریف کرنے والا ان سے الفت ومحبت رکھنے والا خود بھی قابل تعریف ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ''محبوبین'' میں شامل ہو جاتا ہے۔کوئی ابوبکر صدیقؓ تو کوئی عمر فاروقؓ،کوئی عثمان غنیؓ تو کوئی مولا علیؓ، کوئی طلحہؓ کوئی زبیرؓ،کوئی عبدالرحمٰن بن عوفؓ تو کوئی سعد بن ابی وقاصؓ،کوئی سعید بن زیدؓ تو کوئی ابو عبیدہ بن جراحؓ،کوئی بلالؓ کوئی حسان بن ثابتؓ اور انہی حضرات کی وراثت پاکر کوئی محی الدینؒ،کوئی معین الدینؒ اور کوئی سلطان العارفینؒ بنکر تاریخ کے صفحات زرین پر آفتاب و ماہتاب کی مانند درخشاں ہے،جن کے لئے رب تبارک وتعالیٰ کی جناب سے ''رضی اللہ عنھم'' کا خطاب آتا ہے اور ''رحمۃ اللہ علیھم'' سے انہیں یاد کیا جاتا ہے۔اسی کے برعکس جو انکی ذات سراپا معجزات سے دشمنی،عداوت،نفرت،شقاوت رکھتا ہے وہ فہرست ''مغضوبین'' میں شامل ہو جاتا ہے اور کبھی ابلیس کی صورت میں،کبھی عزازیل بنکر،کبھی نمرود،کبھی فرعون،کبھی ہامان،کبھی شداد،کبھی قارون،کبھی ابوجہل اور کبھی یزید پلید کی شکل میں سامنے آتا ہے اور ''لعنۃاللہ علیکم'' کا عتاب ربِ قہار کی جناب سے پاتا ہے۔

ہمارے علمی معاشرے میں ادبی و مذہبی اعتبار سے تعریفی بیان کے لئے حمد،ثنا،نعت پاک، سلام،منقبت،غزل،نظم،قصیدہ،مثنوی،رباعی،قطعہ جیسے مختلف اصناف سخن مستعمل ہیں۔ان تمام اصناف میں ایک ایسا صنف سخن ہے جو مقدس،مطہر،پاکیزہ و بزرگ ہونے کے ساتھ ساتھ سارے اصناف سے زیادہ دشوار اور پُر خطر ہے اور وہ ہے......صنف نعت گوئی

نہیں آساں مذاق نعت گوئی

سر شمشیر پر چلنا پڑیگا

یہ ایک ایسے ممدوح (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدح سرائی ہے جس کا مداح خود خالق کائنات (جل جلالہٗ) ہے۔ اس ذات والا صفات کی حقیقت جاننے کا دعویٰ کسی مخلوق کا حصہ ہی نہیں ہے اور اس کی صراحت خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان سے ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے یار غار حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا...... یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی ...... یعنی اے ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما جیسی ہستیوں نے اس کا برملا اعتراف فرمایا اور کہا...... ما عرفناک حق معرفتک ...... اس ہستی کی عظمت و مرتبت عمر بھر بیان کرتے رہنے کے بعد بھی زبان و قلم یہ اقرار کیے بغیر نہیں رہ سکتی کہ......

؎ دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہم چناں در اولِ وصفِ تو ماندہ ایم

(دفتر تمام ہو گیا عمر کی آخری منزل آگئی اور ہم اب تک تیرے پہلی وصف کی شرح نہ کر سکے) اور عاجز ہو کر کہتی ہے......

"لایمکن الثناء کما کان حقہٗ"

(ممکن ہی نہیں کہ آپ کی ثنا و تعریف کا جیسا حق ہے وہ ہم سے ادا ہو سکے)

اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشی اور رضا صرف اسی میں ہے کہ اس کے حبیب تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کا انتہائی درجہ ادب کیا جائے اور یہ ادب دل و دماغ، فکر و نظر، اعضا و جوارح، قول و عمل ہر ایک چیز سے ثابت ہو جائے کہ یہی ایمان کی بنیاد، صالح عقیدہ کی جڑ اور ہم سب کی نجات کی ضمانت ہے اور اس کے لئے ہمیں قرآن پاک کی تعلیمات اور صحابہ کرام کی حیات مقدسہ کو اپنے لئے نمونۂ قول و عمل بنانا چاہیئے وگرنہ اس عظیم بارگاہ کے ادب کا تو یہ مقام ہے کہ وہاں

جبرئیل بھی چپ چاپ دم سادھے گزرتے ہیں، انبیائے کرام علیہم السلام بھی جن کا نام ادب سے زبان پر لاتے ہیں اور جنید و بایزید (رضی اللہ عنہما) جیسے لوگ نفس گم کردہ نظر آتے ہیں......

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر

نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

نعت گوئی بھی زبان و قلم کا ایک جہاد ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں آیا ہے کہ مشہور صحابیِ رسول حضرت کعب ابن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ سوال پیش کیا کہ اللہ تعالیٰ نے شعر و شاعری کی برائی میں یہ آیت نازل فرمائی ہے...... **الشعراء یتبعھم الغاؤون** ...... شعراء وہ ہیں جن کی گمراہ لوگ پیروی کرتے ہیں۔ ان کے سوال کا مدعا یہ تھا کہ اب ایسی صورت میں شعر کہنا کیونکر روا ہوگا؟۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ...... **ان المؤمن یجاھدبسیفه و لسانه** ...... ایمان والے تلوار سے بھی جہاد کرتے ہیں اور زبان سے بھی۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا...... ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کفار کے مقابلے میں تمہارا شعر پڑھنا تیر اندازی کی طرح ہے۔ یعنی اسلام اور پیغمبر اسلام کی مدافعت میں تم جو اشعار کہتے ہو وہ تیر کی طرح کفار کے سینوں کو گھائل کرتے ہیں''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے مسلم نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شعراء کو فرمایا تھا کہ تم کفار قریش کی ہجو کرو، کیونکہ وہ ان پر تیر برسانے سے سخت تر ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ حسانؓ نے کفار کی ہجو کر کے مسلمانوں کو شفا دی اور خود بھی شفا پائی۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں......

''قالت عائشة رضی اللہ عنھا کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم یتناشدون عندہ الاشعار وھو یتبسم "۔

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے سامنے اشعار پڑھتے اور آپ مسکراتے رہتے)۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل اور ان مخالفین کے جوابات میں، جو تنقیص شان کرتے ہیں، اشعار کا لکھنا لسانی جہاد ہے جو تیر کی طرح کام کرتا ہے۔

اسی موضوع کے تحت ایک اور حدیث مبارک آپ قارئین کے حوالے کر رہا ہوں...... مواہب لدنیہ اور اسکی شرح زرقانی میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ عرب کے مشہور شاعر نابغہ جعدی نے حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں چند اشعار پڑھے حضور نے خوش ہو کر انہیں یہ دعا دی...... لایفضض اللہ فاک ای لا یسقط اللہ اسنانک (بیہقی)...... اللہ تمہارے منہ کی مہر نہ توڑے یعنی تمہارے دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔ اس حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت نابغہ جعدی کی عمر سو (۱۰۰) برس کی ہوگئی تھی لیکن ان کے کل کے کل دانت صحیح و سالم تھے اور اولے کے طرح سفید تھے۔ راویان حدیث نے یہاں تک اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے کہ ...... اذا سقط لہ سن نبت لہ اخریٰ (دار قطنی)...... جب ان کا کوئی دانت گر جاتا تو بڑھاپے میں بھی اس کی جگہ نیا دانت نکل آتا۔ یہ سر تا سر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت تھی کہ نعت پڑھنے والے کے منہ کی خوبصورتی زندگی کی آخری سانس تک برقرار رہی۔ الغرض نعت کا لکھنا، پڑھنا اور سننا خواہ وہ نثر کی صورت میں ہو یا نظم کی دنیا میں بھی سعادت مندی کی نشانی ہے اور آخرت میں بھی بھلائی کی ضامن ہے لیکن اس بارگاہ غمگسار میں نعت پاک کا تحفہ محبت پیش کرنے کے لئے ظاہر و باطن کا پاکیزہ و مطہر ہونا بھی کتنا ضروری ہے اس کا درس ہمیں اس شعر میں ملتا ہے......

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب

ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

اور بقول علامہ ضیاءؔ شہبازی......

خیال و فکر کو ہر لمحہ باوضو رکھئے

پھر ان کی مدحِ مطہر کی جستجو رکھئے

صحیح، سچی اور عمدہ تعریف صرف رسمی عالم یا شاعر ہو جانے سے ممکن نہیں بلکہ وہ علم اور وہ ملکۂ شعر صرف انہی کا حصہ ہے جنہوں نے ادب کے پاک پانی سے وضو کر کے عشق کی بے ریا نماز ادا کی ہو اور محبوب کی خاکِ راہ گزر کو اپنے لئے سرمۂ نظر بنایا ہو اور یہ سلیقۂ بندگی، یہ جذبۂ ادب، عشق کو یہ تہذیب، ایمان کو یہ منزل کسی مقبول بارگاہ کے فیضِ صحبت اور اثرِ نگاہ سے ملتی ہے تب کہیں ذہن کو مشک بار کرنے، دل میں گھر کر جانے بلکہ روح میں اتر جانے والے اور وظیفۂ حیات بن جانے والے اشعار رقم ہو پاتے ہیں......

نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِیُ فَلَا اَحَدٌ ۔ اَبَرُّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمٖ

هُوَ الْحَبِیْبُ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ ۔ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحَمٖ

(حضرت امام بوصیریؒ)

بلغ العلیٰ بکمالہ ۔ کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ ۔ صلوا علیہ و آلہ

(حضرت شیخ سعدیؒ)

زیرِ نظر مجموعہ قصائد کا جب آپ بغور مطالعہ کرینگے تو آپکو علامہ موصوف کے اشعار میں وہی اثر انگیزی و وارفتگی ملے گی جو ایک سچے عاشق رسول اور آل رسول کے اشعار میں ملتی ہے کیونکہ ان کی فکر کا وسیلہ اور محسوس کرنے کا ذریعہ وہ دل اور دماغ ہے جو حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و الفت اور انکی سیرت مبارکہ کی عطر بیز خوشبو سے معطر ہے......

؎ بسے ہیں عطر سہاگ میں ہم گلے سے کسکو لگا لیا ہے
ہمارا پیراہن محبت کسی کی اتری ہوئی قبا ہے

حضرت موصوف نے نعت گوئی کے جملہ شرائط و آداب کا پورا پورا لحاظ فرمایا ہے۔ زبان کی لطافت، بیان کی حلاوت، فصاحت و بلاغت اور آب رواں جیسی سلاست و روانی نے کلام میں جو دل کشی و دل آویزی پیدا کی ہے وہ اہل دل، اہل ادب اور اہل تصوف پر عیاں ہے محتاج بیاں نہیں۔

فی الحقیقت یہ سب کا سب اعجاز عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فیضان شہبازی کی آمیزش کی بدولت ہے کہ جس طرح آپ نے اپنی علمی و ادبی پہچان بنائی اور ایک عالم کو اپنی خطابت کا دیوانہ بنائے رکھا اور ''شہباز تکلم''، ''خطیب اعظم ہند'' جیسے خطابات سے سرفراز ہوئے وہیں دوسری جانب اپنی شاعرانہ صلاحیتوں، منفرد اسلوب بیان اور کمال حسن تعبیر کی بنا پر علمائے زمانہ، صوفیائے کرام اور شعرائے عصر کے دل میں گھر کرلیا۔ دور حاضر میں ایسی شخصیت نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب اور انکے محبوبین کے طفیل حضرت موصوف کو حیات خضر عطا فرمائے، انکے سایۂ عاطفت کو ہم پر دراز کرے، انہیں جمیع امراض میں شفائے کامل بخشے، انکے درجات کو بلند کرے اور انکی نعت گوئی میں مزید فروغ عطا فرمائے اور ہمیں اسی طرح ''نعت کی شکل میں شیشہ گری'' کا لطف ملتا رہے اور دعا ہے ''یوں ہی تابندہ رہے فکر ضیا کا موسم''......

(آمین ثم آمین یارب العلمین)

حضرت مولانا ولی العالم اکیڈمی حضرت ممدوح کی انتہائی شکر گزار ہے کہ آپ نے ہماری دل جوئی فرمائی اور اپنا قیمتی علمی و قلمی سرمایہ اشاعت کے لئے عطا کیا اور ایک طویل مدت بعد ہزاروں تشنہ لبوں کو سیراب ہونے کا موقعہ ملا۔ اس سے قبل اکیڈمی حضرت علامہ کی پانچ گرانقدر تصانیف ''سلطان العارفین، سبز حروف کے شجر، نذر و نیاز، آداب زیارت، مناہج اشرف'' شائع کر چکی ہے جو آپ قارئین کی بے انتہا داد و تحسین سے مشرف ہوئیں۔ اسی سلسلہ کی تازہ اشاعت ماہ نور پبلیکیشنز (دہلی) کے ذریعہ ''محی الدین امی'' کے نام سے آپ کے ہاتھوں میں پہنچی ہے۔ یہ تازہ ترین اشاعت کی آٹھویں کڑی ہے جو پھر ولی العالم اکیڈمی کے ذریعہ آپ تک پہنچائی جا رہی ہے۔ کتاب ھٰذا کے بارے میں میں کیا کہوں جو کہیں گے آپ بہتر کہینگے میں تو بس اتنا کہہ سکتا ہوں......

''چمن شعر کی تازہ بہار...... عالمانہ افکار...... عارفانہ اذکار...... عشق رسول میں ڈوبے اشعار...... آداب بارگاہ سے خبردار...... قدم قدم پر ہوشیار...... فیضان شہبازی کا حصار...... سعیٔ لیل و نہار...... مصرع شاہکار...... مطلع شاندار...... مقطع پُر انکسار...... قافیہ خوشبودار...... ردیف موسم خوشگوار...... رنگ و نور کا آبشار...... زمردیں در و دیوار...... نور افشاں مینار...... دُرِ شاہوار...... نسرین و نسترن کی پکار...... نغمگیٔ دراج و ہزار...... تازگیٔ مرغزار...... گل بانگِ سبزہ زار...... معترف اغیار...... رحمت کی جوئبار ...... فضل کردگار بشکل قصائد گہربار یعنی ضیاء الافکار فی مناقب سید الابرار''۔

میں اکیڈمی کی جانب سے اظہار تشکر کرتا ہوں اور بیحد ممنون ہوں عم محترم جناب پروفیسر

ڈاکٹر سید محمد رافق زماں شہبازی مدظلہ العالی کا کہ انہوں نے اپنی گوں ناگوں مصروفیات کے باوجود مسودہ کی پروف ریڈنگ فرمائی، جناب حبیب ہاشمی صاحب کا کہ انہوں نے نظر ثانی کی خدمت انجام دی، ڈاکٹر علیم اللہ حالی اور جناب عارف ماہر آروی صاحبان کا کہ انہوں نے اپنے گرانقدر تاثرات سے ہمیں نوازا۔ ساتھ ہی ساتھ میں مشکور ہوں مخلص گرامی مولانا نورالزماں مصباحی کا جن کے توسل سے بہت کم وقت میں ڈاکٹر حالی صاحب کے گراں قدر تاثرات ہم تک پہنچے اور برادر اکبر جناب سید محمد طیفور شامی و عزیزم محمد امتیاز خاں سلمہ' کا کہ ان لوگوں نے کتاب کے کمپوزنگ کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا اور مجھ بے مایہ کو یہ چند کلمات لکھنے پر مجبور کیا۔ مولائے قدیر اس حسن عمل کے صلے میں جمیع محبین و مخلصین کو اپنی بے کراں نعمتوں سے نوازے اور ہم پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے......

آمین بجاہ سید المرسلین

؎ نام لیواؤں میں ان کے نام رازی کا بھی ہے
سجدۂ شکر خدا ایسی سعادت کو سلام

"چشم ماروشن دل ماشاد"

غلام غلامان شہبازی
سید محمد مسرور رازی عفی عنہ
حضرت مولانا ولی العالم اکیڈمی
خانقاہ عالیہ شہبازیہ
ملاچک شریف، بھاگلپور

قصیدہ گوئی کا تخلیقی عمل

میرے اردگرد جو ماحول تھا، وہ فضائیں جن میں بچپن نے آنکھیں کھولیں وہ شعر گوئی سے معطر ضرور تھیں .... مگر قصیدہ گوئی کی ہماہمی کہیں نہیں تھی۔ حضرت والد ماجد (الحاج مولانا سید شاہ صفی العالم شہبازی رحمۃ اللہ علیہ) پرگو شاعر تھے۔ آپ کو نعتیں، غزلیں، مراثی، سہرے اور نظمیں لکھتے اور پڑھتے دیکھتا رہا۔ ملک کے مختلف موقر جرائد و رسائل میں آپ کی نعتیں، غزلیں، ...... "صفی بھاگلپوری" کے نام سے شائع ہوا کرتی تھیں۔ آپ جتنا اچھا کلام لکھتے اتنا ہی اچھا پڑھنے کا بھی انداز تھا۔ آواز میں نہایت پختگی اور ٹھہراؤ، لہجہ مترنم، طرز کی ادائیگی میں مختلف راگ راگنیوں کا رچاؤ، سانسیں لمبی، روح میں اتر جانے والی مسحور کن آواز .... تحت لفظ میں بھی انفرادی انداز ...... شعر کو سمجھنے کے لئے کسی افہام و تفہیم کی ضرورت ہی نہیں۔ آپ کے انداز بیان سے شعر خود واضح ہو جایا کرتا تھا۔ خانقاہ کی ہر مجلسی گفتگو میں آپ کی زبان پر سیکڑوں اشعار جاری رہتے۔

گھر پر اکثر شعری مجلسوں کا انعقاد، اہل علم و ادب کا جمگھٹا، داد و تحسین کی گونج ...... بچپن سے یہی سب دیکھتا رہا سنتا رہا مگر ان میں کہیں بھی قصیدہ گوئی کا گزر نہ پایا۔

میں بہت کم عمری سے ہی کچھ ابتدائی مشق سخن کی کاوش کرتا تھا، "کچی پکی" غزلیں لکھتا تھا اور کافی دنوں تک لکھتا رہا مگر چھپ چھپا کر .... ایک شب نہ جانے کیا ہوا، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، طبیعت میں ایک خلش ایک بے چینی سی محسوس ہوتی رہی، کافی رات گئے چند بکھرے

ہوئے مصرعے ذہن کے دروازے پر دستک دینے لگے اور آدھی رات لیمپ کی نیم جاں روشنی میں کچھ ٹیڑھی سیدھی لکیریں کاغذ پر اتر آئیں وہی میری نعت گوئی کی پہلی رات تھی۔اس وقت میری عمر اتنی کم تھی کہ میں پردادی جان یا نانی جان (علیہا الرحمہ) کے سایۂ عاطفت میں سوتا تھا۔یہ مستورات خانوادہ بھی بڑی خوبیوں کی مالک تھیں۔عبادت وریاضت، تلاوت قرآن، ورد ووظائف کے ساتھ ساتھ علمی وادبی شغف سے بھی حد درجہ انسیت وقربت رکھتی تھیں۔کریما، پند نامہ، ما مقیماں، گلستاں، بوستاں، اخلاق محسنی، یوسف وزلیخا، دیوانِ حافظ، دیوانِ رومی، دیوانِ خسرو جیسی فارسی زبان وادب کی کتابیں ان کے مطالعہ سے گزری ہوئی تھیں۔ادعیہ، اوراد ووظائف کے علاوہ عربی وفارسی کے سیکڑوں اشعار ان کی نوکِ زبان پر ہوتے تھے۔ان بالغ نظر، تجربہ کار مربّیوں نے میرے خلش دل کی چبھن نہ جانے کیسے محسوس کر لی اور پھر صبح میں استفسار کیا کہ بڑی رات میں کیا لکھ رہے تھے؟ جواب میں مڑا تڑا کاغذ سامنے رکھ دیا، دیکھا تو بہت خوش ہوئیں مجھے ڈھیر ساری دعائیں دیں اور کہا کہ "میاں صاحب" (سجادہ نشین خانقاہ شہباز یہ اسی نام سے یاد کئے جاتے ہیں) گدّی پر سے آئیں گے تو ان کو دکھا کر اصلاح لے لینا۔مگر بھلا میری یہ ہمت کب...... حضرت کا رُعب ہم سب پر ہمیشہ طاری رہا، کسی کو زبان کھولنے کا یارا نہیں ہوتا تھا، لہٰذا خود انہیں بزرگ مستورات اہل خانہ نے اسی کاغذ کے ٹکڑے کے ساتھ حضرت کے سامنے مجھے لایا اور سارا واقعہ بتایا، حضرت نے کاغذ دیکھا تو بہت مسکرائے اور فرمایا جس نے سنبھل کر نعت گوئی کر لی اس کے لئے فن شعر گوئی کی کوئی راہ دشوار نہیں، آپ نے دو تین جگہ اصلاح کی اور فرمایا اگر اسی طرح مشق سخن جاری رہا تو آگے اصلاح لینے کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔اس نعت کا مطلع شاید کچھ اس طرح تھا......

اے شہہ دوسرا کرم ہو کرم
آپ کا ہوں گدا کرم ہو کرم

اور مقطع شاید اس طرح......

اس گنہگار پر نگاہِ عطا
ملتجی ہے ضیاؔ کرم ہو کرم

یہی پہلا کلام تھا جو نعت پاک کی صورت میں میری بیاض میں شامل ہوا۔

ذہن غزل گوئی سے بہت قریب تھا۔ مدتوں غزل ہی کہتا رہا، کئی غزلیں رسائل میں بھی آئیں۔ گاہ گاہ درمیان میں نعت کے کچھ شعر ہو جایا کرتے تھے۔ تقریباً پینتیس (۳۵) سال تک یہی سلسلہ رہا۔ نعت گوئی کی جانب طبیعت کا میلان زیارت حرمین شریفین کا صدقہ ہے۔ سن ۱۹۸۷ء میں جب حج بیت اللہ کیلئے عازم سفر ہوا تو بحری جہاز سے ہی نعت گوئی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور قیام حرمین شریفین تک لحہ لحہ تیز سے تیز تر ہوتا گیا، یہاں تک کہ بہت ساری تازہ نعتیں اس ''بارگاہِ عرش نازک تر'' میں پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی، ان میں سے اکثر کی اشاعت پہلا شعری مجموعہ ''سبز حروف کے شجر'' میں ہو چکی ہے۔ اللہ پاک کی خاص مہربانی اور حبیب کائنات رسول اللہ ﷺ کی بے پناہ عطائیں ہیں کہ اس مجموعۂ نعت کو اہل علم و ادب نے مرکز توجہ بنایا، تحسین و آفرین کی صداؤں نے جہد نعت گوئی کو حسن فروغ بخشا۔

قصیدہ گوئی:۔ ''قصیدہ'' کا لفظ کانوں سے ٹکراتے ہی ذہن قصد و ارادہ کی طرف جاتا ہے اور ہر فعل کسی نہ کسی قصد و ارادہ کے تحت ہی وجود پذیر ہوتا ہے۔ مگر نعت رنگ، شمارہ نمبر ۸...... کے صفحہ نمبر ۵۶ پر ڈاکٹر یحییٰ نشیط کی ایک تحریر نظر سے گزری جس میں انہوں نے ''قصیدہ بردہ'' کے اردو منظوم تراجم پر اپنی معلومات پیش کی ہے۔ اس مضمون میں ''قصیدہ'' کو ''قصد'' سے مشتق ماننے میں انہوں نے تأمل فرمایا ہے وہ کہتے ہیں......

''(قصیدہ) ایسی مہتم بالشان صنف کو ارادے اور قصد کا تابع کرنے سے اس میں

آورد کا عیب پیدا ہو جاتا ہے جو خالص سونے پر ملمع سازی کے مصداق ٹھہرے گا"

ڈاکٹر صاحب اپنے اس خیال میں شاید تنہا ہیں انہوں نے اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے۔ حالانکہ ارادہ اور تخلیقی عمل کے سلسلے میں قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے۔

اذا اراداللہ شیئاً ان یقول لہٗ کن فیکون ...... جب اللہ کسی شئے کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے پس فرماتا ہے ہو جا تو وہ چیز ہو جاتی ہے...... اگر چہ یہ تخلیق الٰہی ہے اور اس خالق کی شان "لیس کمثلہٖ شئی "اور اس کی ذات بے نیاز ہے۔ اس کے باوجود بھی یہاں پہلے قصد وارادہ کا ذکر فرمایا گیا پھر تخلیق کے وجود میں آنے کا۔ جب خدا کا کوئی کام بغیر قصد وارادہ کے وجود پذیر نہیں ہوتا تو انسان کا تخلیقی عمل بغیر قصد وارادے کے کیسے ممکن ہے۔

مولانا کوکب نورانی صاحب نے اپنے مکتوب میں اس خیال کا تعاقب کرتے ہوئے اس طرح توجہ دلائی ہے......

"وہ (ڈاکٹر یحیٰ نشیط صاحب) بخوبی جانتے ہونگے کہ بخاری شریف کی پہلی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں 'انما الاعمال بالنیات '...... بیشک اعمال نیتوں کے ساتھ ہیں، اس واضح ارشاد کے باوجود کسی فعل کے قصد وارادے سے خالی ہونے کا انکار محل نظر ہے۔ قصیدہ گو کے کلام میں اس کا جذبہ وارادہ ہی بنیاد ہے۔ نعتیہ قصائد کے سوا باقی قصیدوں کو ڈاکٹر صاحب نے فراموش کر دیا ورنہ وہ سب قصائد پر یہی رائے ظاہر نہ فرماتے"۔

ڈاکٹر سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ کے مطابق اس لفظ کے معانی مغز اور گودا کے ہیں۔ بہر حال یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ قصیدہ شاعری کی ہمالیائی صنف ہے۔ اہل عرب اسے اپنی شناخت سمجھتے تھے۔ اسی کے بل بوتے اپنے سوا کسی اور کو منہ نہیں لگاتے انکا نعرہ تھا" انا افصح العرب و کلھم

عجم ".......ہم اہل عرب ہی فصیح ہیں باقی تمام کے تمام عجمی (گونگے) ہیں۔ زمانۂ جہالت میں بھی قادرالکلام شعرائے عرب کی قصیدہ گوئی بام شفق کی بلندیوں کو شرماتی تھی۔ عکاظ کا میلہ ان رستمانِ فن شعروسخن کا مشہور دنگل تھا۔ جہاں دور دور سے قصیدہ گو شعرا کا جمگھٹا لگتا تھا اور وہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ انہی خسروانِ فن کے مشہور سات قصیدے سونے کے پانی سے لکھ کر بامِ کعبہ پر لٹکا دئے گئے جو سبعہ معلقہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان سلاطین کشورِ سخن میں امراء القیس، زہیر، نابغہ اور اعشیٰ بہت ممتاز تسلیم کئے گئے۔

عجم میں اہل ایران، اہل عرب کی تقلید میں قصیدہ نگاری کے رسیا بن گئے اور اپنی فکروفن کی روشنی سے اس صنف کو ایک نئی جہت اور نئی شان وشوکت عطا کی۔ جب فارسی شاعری کا غلغلہ بلند ہوا اور آسمان علم وادب پر کہکشاں جمال بنکر بکھری تو ہر ایک دور میں قصیدہ نگاروں کی ایک روشن قطار نظر آنے لگی۔ فکروفن کے ان مہہ ونجوم میں بعض ستارے تو ایسے ہیں جن کے نام کی گنتی اہل علم وادب کے لئے حرز جاں بن گئی مثلاً...... عنصریؔ، سنائیؔ، منوچہریؔ، انوریؔ، سوزنیؔ، خاقانیؔ، ظہیرؔ، قاآنیؔ وغیرہ

اردو شاعری میں جب قصیدہ نگاری کا داخلہ ہوا تو اس نے اپنا پہلا قدم دکن ہی کی سرزمین پر جمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اردو شاعری اور اس کے مختلف اصناف سخن کیلئے دکن کی زمین کو منتخب کرلیا گیا ہو۔ بقول طلحہ رضوی برقؔ......

"جس طرح اردو شاعری کے ابتدائی نمونے ہمیں سرزمین دکن میں نظر آتے ہیں اسی طرح اردو قصیدوں کے اولین نمونے بھی دکن کے ہی قطب شاہی، عادل شاہی، نظام شاہی اور عماد شاہی عہد کے شعرا چھوڑ گئے ہیں۔ ملا قطبی، نصرتیؔ، امین الدین اعلیٰؔ، رستمیؔ اور ہاشمیؔ کا نام اردو قصیدہ گو کی حیثیت سے کتابوں میں مذکور ہے، مگر ان کے قصیدے اب محفوظ نہیں ہیں"۔

ولیؔ دکنی کی آمد سے جب شمالی ہند میں اردو شاعری کا باضابطہ آغاز ہوا تو قصیدہ نگاری نے

بھی فروغ پایا۔ دہلی کے شیخ حاتم اور اشرف علی خاں فغاں نے قصیدے بھی لکھے، لیکن وہ قصائد مکمل محفوظ نہ رہ سکے۔ شمالی ہند میں قصیدے کا شاندار ارتقا سودا و میر کے عہد سے ہوتا ہے۔ سودا پہلے قصیدہ نگار ہیں جنہوں نے فارسی قصائد کی روشنی میں اپنے قصیدوں کو وہی میعار اور تکنیک بخشنے کی کوشش کی جو ایرانی شعرا کے پیش نظر رہی ہے۔ مثلاً سودا کے یہ قصیدے فارسی قصائد کے تتبع میں لکھے گئے ہیں

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

اگر عدم سے نہ ہو ساتھ فکر روزی کا
تو آب و دانہ کو لیکر گہر نہ ہو پیدا

اٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا باغ خزاں مستاصل

اردو قصیدہ نگاری عہد بعہد:۔ ولی دکنی سے شمالی ہند میں اردو شاعری اور قصیدہ نگاری کا ابتدائیہ مرتب ہوا جسے دور اول قرار دیا گیا۔

قصیدہ نگاری کا دوسرا عہد...... سودا سے انشاء اور مصحفی تک پہنچتا ہے۔

تیسرا دور...... یہاں ذوق، غالب اور محسن کاکوروی قصیدہ گوئی کی نمائندگی کرتے نظر آتے ہیں۔ اگر چہ اس عہد کے بعد بھی کچھ قصیدے ضرور لکھے گئے مگر برائے نام .... سچائی تو یہی ہے کہ سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی مملکت وسطوت کا چراغ گل ہوتے ہی قصیدہ

نگاری بھی شمع سحری بن کر خاموش ہوگئی۔سودا وذوقؔ خوش نصیب ٹھہرے کہ زبانِ اردو میں قصیدہ نگاری کی خسروی انہی دونوں کے نام خاص ہو کر رہ گئی۔

قصیدہ نگاری کا تحریکی پس منظر:۔ ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ نے بھی قصیدہ نگاری کو "قصد" سے ہی مشتق مانا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ......

"قصیدہ نگاری میں قصد کو بڑا دخل ہے، یہ فن ریاض وعرق ریزی کا ہے، اس عمل میں شاعر جس ذہنی کرب وتشنج سے گزرتا ہے وہ اسکا بدل اور معاوضہ چاہتا ہے۔درباری شعرا شاہانہ ومربیانہ عطا وبخشش کی امید پر مسابقانہ قصیدے لکھتے تھے۔اور کیوں نہ ہو جب منہ موتیوں سے بھرے جاتے ،شاعر اشرفیوں میں تولے جاتے ،خلعت فاخرہ وسلکِ مروارید سے مراتب بلند ہوتے تو فنکاروں نے بھی بڑی جگر کاوی سے قصیدوں کے وہ اشعار پیش کیے جن پر شعروادب جتنا بھی ناز کرے کم ہے"۔

کیا کہیے زمانے کو قرار نہیں، فنا وبقا، تعمیر وتخریب ،مدّ وجزر، اتار چڑھاؤ زمانے کا مزاج ہے۔بادشاہتِ لازوال اور مملکتِ دائمی صرف اللہ کی ہے جسے فنا نہیں۔"**الملک للہ**"...... زمانے میں جو کچھ ہوتا آرہا ہے وہی کچھ یہاں بھی ہوا۔تاریخ کے اوراق میں یہ احوال پریشاں جناب برقؔ کی زبان میں نقشِ کہن بن کر ٹھہر گئے۔

"ہوا بگڑی، بساط سلطنت الٹی ،حکومتوں کو زوال ہوا، بادشاہ اسیر وجلاوطن، رؤسا ونواب بدحال اور ملک غلام ہوگیا۔تو قصیدہ نگاری کا ماحول ہی نہ رہا۔وہ فضا ہی ختم ہوگئی۔شعر گوئی کی ڈگر ہی بدل گئی۔اب معاشرے کو ضرورت اصلاح کی تھی۔ مصلحین پیدا ہوئے۔خواجہ حالیؔ واسماعیلؔ میرٹھی سامنے آئے۔ہاں جنکا مطمحِ نظر دنیا نہ تھی، جو اسے آنی جانی جانتے تھے،انہوں نے دین ومذہب کی

پناہ لی، خدا ورسول سے لو لگائی، بزرگانِ دین سے رجوع کیا اور اپنے جذبات دروں کی بے تابی وشدت اور بندگی واطاعت وعقیدت کا اظہار بڑی پرکیف روحانی فضا میں کیا۔ گوشہ گیر وعزلت پسند شعرائے ارجمند ہر دور میں دادِ سخن دیتے رہے۔ یہ کہنا کہ ''دورِ جدید'' میں دنیائے شاعری سے تکلفات وتصنعات کو یک قلم خارج کر دیا گیا، نیز بدلے ہوئے حالات میں قصیدہ گوئی کی ضرورت نہ رہی اور اس میدان میں جو اربابِ سخن رہے وہ پچاس ساٹھ سال قبل کے تعلیم یافتہ وصحبت گرفتہ، میں سمجھتا ہوں بڑی حد تک غلط ہے۔ اس دور جدید یا بدلے ہوئے حالات کی نشاندہی سن ۱۸۵۷ء کے بعد سے کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر ابو محمد سحرؔ نے جدید شاعری کی تحریک کا باقاعدہ آغاز ۱۸۶۷ء سے بتایا۔ یہ صحیح ہے کہ قصیدہ گوئی کا پودھا جس آب وہوا میں پنپتا ہے وہ یقیناً باقی نہ رہی، لیکن یہ کہنا کہ اب قصیدہ گوئی ختم ہے، بالکل غلط ہے۔ قصیدہ نگار آج بھی موجود ہیں، اکثر شہرت کی ہوا میں اڑے اور بیشتر کنج خمول وگوشۂ گمنامی میں پڑے ہیں، شہرت بھی تو خدا کی دین ہے''۔ (تجزیہ حضرت برقؔ)

قصیدے کی ساخت:۔ قصیدہ وہ پر شکوہ فن ہے جس کو برتنے کے لئے شاعر کو خونِ جگر اگلنا پڑتا ہے۔ قادر الکلامی، روانیِ طبع، موزونیِ فکر، استحضار ذہنی، موضوع کے اعتبار سے الفاظ کے درو بست، بلندیٔ آہنگ، تازہ کار تشبیہات، ندرت بداماں استعارے، مکالماتی گریز، رعنائیِ تخئیل اور فراوانیِ مضامین وغیرہ اس کی بنیادی ضرورتیں ہیں۔ اتنی دشوار ترین راہوں اور حیران کن منزلوں سے گزرنے کے بعد ہی جب کسی ممتاز قصیدہ کا محل تیار ہوتا ہے تو وہ اہل علم وفن کی فکر رسا اور نگاہ دوربیں میں ایسا کھپ جاتا ہے۔ کہ وہ مرکز توجہ بن کر تاج محل کہلانے لگتا ہے۔

عربی زبان کے نعتیہ قصائد میں اس کی مثال دیکھنی ہو تو حضرت حسان ابن ثابتؓ کے قصائد کو دیکھ جائیے جنہیں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں قبولیت کا شرف حاصل ہے۔ جس کی سماعت خود ختمی مرتبت شہنشاہ رسالت ﷺ فرمایا کرتے اور حضرت حسان کے حق میں آپ کی دعائے خیر

مشہور ہے۔ان کے قصیدے کے یہ دو شعر زبان زدِ خاص و عام ہیں۔

وَاَحسَنَ مِنکَ لَم تَرَقَطُّ عَینِیْ
وَاَجمَلَ مِنکَ لَم تَلِدِالنِسَآءُ
خُلِقتَ مُبَرَّءً مِن کُلِّ عَیبٍ
کَاَنَّکَ قَد خُلِقتَ کَمَا تَشَآءُ

دوسری مثال حضرت کعب بن زہیر ﷜ کا مشہور زمانہ قصیدہ ''بانت سعاد'' ہے اس کی وجہ تسمیہ سمجھنے کیلئے اتنا جان لینا کافی ہے کہ اس قصیدے کی ابتدا اسی دو لفظ سے ہوئی ہے۔اس قصیدے کو بھی حضور ﷺ کی سماعت کا شرف حاصل ہے۔اور اس کے ایک مصرع کی اصلاح بھی آپ نے فرمائی کہ ''وہ سیف من سیوف الہند'' تھا۔حضور ﷺ نے ''سیوف الہند'' کی جگہ ''سیوف اللہ'' کہنے کو فرمایا۔

بعد کے زمانوں میں ''قصیدہ بردہ'' اسکی جیتی جاگتی بیش بہا نظیر ہے اسے بھی عالم رویأ میں حضور ﷺ نے حضرت امام بوصیری کو سنانے کیلئے حکم فرمایا اور جب انہوں نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابتدا سے نہیں بلکہ..... ''اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ بِذِیْ سَلَمٍ '' سے پڑھو۔ اس قصیدہ کو سن کر حضور ﷺ بہت مکیف ہوئے اور نوازشات خاص سے قصیدہ کی تخلیق کرنے والے خوش نصیب امام بوصیری کو اپنی چادر رحمت اوڑھادی۔ حضرت بوصیری جب نیند سے بیدار ہوئے تو اسے اپنے جسم پر موجود پایا اور اسی کی برکت سے آپ کا مفلوج و مجزوم بدن شفا پا گیا اور قصیدے کو ایک لافانی نام مل گیا یہی اسکی وجہ تسمیہ بنا۔

اسی طرح اور بھی عربی زبان کے قصائد مثال میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔مگر یہاں نہ اسکی ضرورت اور نہ گنجائش۔تقریب فہم کیلئے یہی بہت کافی ہے۔

فارسی زبان میں ایران کے ممتاز قصیدہ نگاروں میں عرفیؔ شیرازی کا مشہور قصیدہ ''ترجمۃ الشوق در ستائش مولائے متقیاں علی علیہ السلام'' اسکی چوتھی مثال ہے۔اس قصیدے کا مطلع ہے......

جہاں بگشتم و دردا بہیچ شہر و دیار
نیافتم کہ فروشند بخت در بازار

کیا زور باندھا ہے اور کیا غضب کی اٹھان لی ہے، مرحبا اور سبحان اللہ کہے بغیر رہا نہیں جا سکتا۔

عرفیؔ شیرازی کا ہی دوسرا قصیدہ ''درمدح حکیم ابوالفتح'' ہے۔جس کا آغاز اس مطلع سے ہوتا ہے......

چہرہ پردازِ جہاں رخت کشد چوں بجمل
شب شود نیم رخ و روز شود مستقبل

یہ مکمل قصیدہ نواسی (۸۹) اشعار پر مشتمل ہے۔بقول ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ ۸۹ اشعار میں عرفیؔ کے تبحر فنی کی پوری نمود ہے، خود کہتا ہے......

داد یک شہر ز عرفی بستاں کیں مغرور
کبر و نازش نہ باندازۂ قدرست و محل

ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ کہتے ہیں کہ......

''قصیدے کی یہ زمین اردو میں اس قدر پھولی پھلی کہ عہدِ میرؔ سے عصر جدید تک اس میں خاطر خواہ طبع

آزمائیاں ہوتی رہیں اور ایک سے ایک شاندار وشاہکار قصیدے وجود میں آئے''۔

اور میں کہتا ہوں......صرف اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ قصیدے کی یہ زمین اس بام شہرت تک پہنچی کہ اردو شاعری میں ایک طرح سے قصیدے کی علامت بن گئی، اسکی انفرادیت وشہرت اور پسندیدگی کا یہ عالم رہا کہ اردو کی معمولی سی شُد بُد رکھنے والا بھی جب محسنؔ کاکوروی کا قصیدہ سنتا ہے تو سمجھ لیتا ہے کہ قصیدہ پڑھا جا رہا ہے۔ اس قصیدے کی زمین اہل علم وفن کی نگاہ میں زمین نہ رہی بلکہ آسمان بن کر فضائے فکر وخیال پر چھا گئی۔ اسی زمین پر دنیائے شاعری کے ارباب فکر وفن نے اس قدر گہرباری کی اور وہ موسلا دھار بارش ہوئی کہ زمین جل تھل ہوگئی۔

خدائے سخن میر تقی میرؔ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی منقبت اسی زمین میں بہتر (۷۲) اشعار کی لکھی۔ مطلع ہے......

جب سے خورشید ہوا ہے چمن افروز حمل
رنگ گل جھلکے ہے ہر پات ہری کے اوجھل

میرؔ کے ہی ہم عصر مرزا رفیع سوداؔ نے منقبت مولائے کائنات علی کرم اللہ وجہہ اسی پسندیدہ زمین میں ایک سو اکیاون (۱۵۱) اشعار کی کہہ ڈالی اور ہر دور میں ارباب علم وفن اور اہل نظر سے داد وتحسین وصول کرتے رہے۔ اس کا مطلع شہرت پذیر ہے......

اٹھ گیا بہمن ودے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا باغ خزاں مستاصل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہی منقبت میں منیرؔ شکوہ آبادی کا ایک سو بانوے (۱۹۲) اشعار

پر مشتمل قصیدہ اسی مقبول عام زمین پر استوار ہوا ہے۔ مطلع ہے......

پرتوِ مہر جو ہو شمع شبستانِ ازل
غازۂ صبح بنے قشقۂ ہندوئے زحل

ایسا لگتا ہے کہ ان سارے اساتذہ شعرا کی نگاہ عرفیؔ شیرازی کے اسی قصیدے پر آ کر ٹھہر گئی وہ قصیدہ سب کے مطالعہ سے گزرا، سب کے دل کو لبھایا، اور سب کے آسمانِ فکر پر بادل بن کر چھایا۔ منیرؔ اپنے اسی قصیدہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں......

سبز ہے اخگر منقل جو بقول عرفیؔ
آگ کو ڈھونڈھتے ہیں غول جلا کر مشعل

سحرؔ لکھنوی نے بہار کی تعریف میں محض انتیس (۲۹) اشعار اسی زمین میں لکھے۔ ڈاکٹر برقؔ کے کہنے کے مطابق ''اغلب ہے کہ حضرت محسنؔ کاکوروی کا قصیدہ پڑھ کر رقم طراز ہوئے ہیں''۔
اسکے آگے مستزاد میں یہ کہوں کہ حضرت محسنؔ کاکوروی کے پیش نظر عرفیؔ شیرازی کا قصیدہ ضرور رہا ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے اپنے قصیدہ کی قامت رعنا پر ہندستانی ماحول میں تیار شدہ پیرہن ڈال رکھا ہے، وہ بھی کامدانی بنارسی۔ انکے قصیدے کی ساخت اور اسلوب کی روشنی میں ہندستانی مسلمانوں کی حب الوطنی کو شک کی بجائے رشک کی نگاہ سے دیکھا جانا چاہئے۔
سحرؔ لکھنوی کا مطلع دیکھئے......

اے صبا جا کے بنارس سے اڑا لا بادل
چاہئے ہندوئے سوسن کیلئے گنگا جل

نظام آصف جاہ دکن کا ایک بہاریہ قصیدہ لکھنے کے لئے سید غلام حسین قدرؔ بلگرامی کی طبع رسا نے جب انگڑائی لی تو انہیں بھی قصیدے کی وہی زمین راس آئی۔ دو سوتیس (۲۳۰) اشعار کا قصیدہ لکھا ہے اور خوب خوب زور قلم دکھا ہے۔ مطلع ہے......

باغ پر آج گھٹا ٹوپ اٹھا ہے بادل
خسروِ بادِ بہاری کا کھچا دل بادل

نواب کلب علی خاں والیٔ رام پور کی تعریف میں ایک سو اکسٹھ (۱۶۱) اشعار امیر مینائیؔ لکھنوی نے اسی ہر دل عزیز زمین میں کہے اور رنگِ سخن کے تازہ بتازہ نو بنو پھول کھلائے۔ مطلع دیکھئے......

عالم خواب میں پہنچا میں عجب باغ میں کل
شجر طور کو جس باغ کی کہئے کوپل

مذکورہ بالا سارے اصحاب فن خواہ میرؔ ہوں کہ سوداؔ، منیرؔ ہوں کہ سحرؔ، قدرؔ ہوں کہ امیرؔ، ان میں کا ہر ایک آسمانِ سخنوری کا شمس و قمر ہے۔ علم کی وسعت، فن پر قدرت، زبان و بیان کی لذت، فکر و تخیل کی ہمہ گیری اور شعری صنعت گری، ان سارے میدان میں ہر فن مولا، ایک سے بڑھ کر ایک ......مگر محسنؔ محسن ہے۔ حضرت محسنؔ کاکوروی کی بات ہی جداگانہ ہے۔ جو قصیدے ان کے خامۂ زر نگار سے نکل کر کاغذ پر اتر گئے وہ مناسبت موضوع کا ایسا حق ادا کر گئے جس میں مدحت توحید و رسالت اور عشق و معرفت کی کائنات محبت سمٹ آئی ہے۔ فنکاری و صناعی کی ساری عظمتیں تسلیم مگر یہ کرشمہ سازی تھی توفیق الٰہی کے ساتھ ساتھ ان کے سر شوریدہ و دل گرویدہ کی، جو مئے حبِ الٰہی اور

شراب عشق محمدی سے شرابور تھے۔ان کے نعتیہ قصائد نے ایسا پاکیزہ سماباندھا،فکروبصیرت کی روشنی اور حیات وکائنات کے نور جمال افروز کی وہ جوت جگائی کہ افکار واذہان کے سارے دریچے رقص مستی میں وا ہو گئے اور ہر ہر روش پر حلاوت روحانی اور عشق جاں گداز کی لذت عرفانی کے ہزاروں چراغ جل اٹھے۔حضرت محسنؔ کاکوروی کا زبان زد مطلع یوں ہے......

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل

محسنؔ کاکوروی نے اس قصیدے میں حجازی موسم کو خالص ہندوستانی رنگ میں رنگ ڈالا ہے۔اپنے اردگرد کا ماحول پیش کیا ہے اور منتخب ہندی الفاظ،ہندوستانی رسوم ،بنارس کا ذکر، ہنڈولے کا میلہ اور بڑھوا منگل اور اسی نسبت کی مخصوص اصطلاحیں موتیوں کی طرح لڑیوں میں پروڈالی ہیں......

ڈوبتے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
نوجوانوں کا سنیچر ہے یہ بڑھوا منگل

کمال فن یہ ہے کہ اس طرح کی دیسی تشبیب کے بعد جب وہ مدحت پاک صاحب لولاک ﷺ کی جانب خوبصورت گریز فرماتے ہیں تو سارا ماحول مشک بار ہو جاتا ہے۔اس طرح کی قصیدہ گوئی خاص محسنؔ کا ہی حصہ رہی۔انہی کی تتبع میں جناب غنیؔ بنارسی نے بھی بہت خوبصورت قصیدہ کہا جس کا مطلع ہے......

کر کے اشنان جو کاشی سے چلا ہے بادل

زلف شب گوں سے ٹپکتا ہے ابھی گنگا جل

اللہ پاک ان مدحت گرانِ پیغمبر ﷺ کو انکی جہد فکر وقلم کا بہترین صلہ دارین میں عطا فرمائے............آمین

خانقاہ شہبازیہ کا اجمالی تعارف :۔گیارہویں صدی ہجری کے مجدد، حضور سلطان العارفین، مخدوم زمانہ، حضرت مولانا شہباز محمد بھاگلپوری قدس اللہ سرہٗ العزیز (و......۹۵۶ھ/ ۱۵۴۹ء، م......۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء) کی ذات عالم اسلام میں عبقری حیثیت کی حامل ہے۔آپ تیس سال کی عمر شریف (۹۸۵ھ/ ۱۵۷۷ء) میں بھاگلپور تشریف لائے۔آپ علم شریعت وطریقت کا بحر ذخار تھے۔آپ سادات حسینی میں حضرت سیدنا جلال الدین بخاریؒ کی اولاد امجاد سے ہیں، آپ کا سلسلہ نسب سیدنا امام حسین علیہ السلام تک پہنچتا ہے۔تقویٰ وطہارت آپ کی ضرب المثل تھی۔آپ کی ولادت کی بشارت آپ کے دادا جان اور والد محترم کو بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے دی گئی، اور ساتھ ہی نام بھی عطا فرما دیا گیا............شہباز محمد

بقول شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر علیہ الرحمہ ''شہباز محمد ابو حنیفہ وقتِ ماست کہ بر تشرع و تورع وطریقتِ وے ہر کسے را اقرار است'' یعنی شہباز محمد ہمارے زمانے کے امام اعظم ابو حنیفہ ہیں ان کی آگہی شریعت اور کمال ورع اور مقام طریقت کا ہر شخص کو اقرار ہے۔

دربار شاہی میں جب کسی فتوے پر اختلاف ہوتا تو آپ کی رائے معلوم کی جاتی اور اسی کے مطابق فیصلہ دیا جاتا۔آپ کی بارگاہ میں شہزادہ خرم ۱۰۳۵ھ میں حاضر ہوا اور حصول سلطنت کے لئے

دعا کی درخواست کی، آپ نے اسکی جانب نگاہ اٹھائی تو دیکھا اسکی عبا حد شرع سے متجاوز ہے اور اس کا دامن زمین میں لوٹ رہا ہے۔ آپ نے خفگی کا اظہار فرمایا اور شہزادہ خرم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم حصول سلطنت کی تمنا لے کر آئے ہو، اور فقیر سے دعا کی درخواست کر رہے ہو، مگر تمہارا حال یہ ہے کہ اپنی ستر پوشی میں بھی احکام شریعت کا لحاظ نہیں رکھتے۔ جب ایک بادشاہ اتنا غافل ہوگا تو رعیت کا حال کیا ہوگا۔ خرم یہ سنتے ہی لرز گیا اور سر تسلیم خم کیا، آپ نے فرمایا حد شرع سے جتنا زیادہ ہے اسے چاک کر دو۔ چنانچہ حکم کے مطابق اس نے ایسا ہی کیا، جب چاک شدہ کپڑوں کو کنارے پھینکنے لگا تو آپ نے فرمایا نہیں اسے مدرسے کے بچوں کے حوالے کر دو تا کہ یہ اپنی ٹوپیاں بنالیں، خدا اسی کے طفیل تمہیں تاج عطا کر دیگا۔ خرم نے خصوصی دعا چاہی اور دریافت کیا کہ میرے مقدر میں تخت و تاج ہے کہ نہیں تو آپ نے فارسی میں گفتگو کرتے ہوئے یکا یک برج بھاشا میں فرمایا...... تیرے لچھن ہی ایسے ہیں۔ شاہجہاں کے علاوہ آپ کے آستانے پر ۱۰۵۲ھ میں شاہ شجاع اور ۱۱۱۲ھ میں شہزادہ عظیم الشان اور ۱۱۲۲ھ میں شہزادہ فرخ سیر نے حاضری دی۔ عہد اکبری میں ایک مدرسہ ۹۸۵ھ مطابق ۱۵۷۷ء میں قائم کیا جس میں دور و دراز سے علم کے پیاسے جوق در جوق حاضر ہو کر علم کی پیاس بجھاتے رہے۔ آپ کی خوانِ نعمت سے پرورش پانے والے آسمانِ علم وحکمت پہ آفتاب و مہتاب بن کر چمکے اور مشہور زمانہ ہوئے، تاریخ کی زبان میں ان کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے'' یک ہزار و چند کسان خلفایان و شجرہ نویسان باشوکت وشان خلفائے حضور سلطان العارفین بودند''، یعنی ایک ہزار اور اس سے کچھ زیادہ ہی آپ کے خلفاء اور شجرہ نویسوں کی تعداد بتائی گئی ہے۔ جو کہ حضور سلطان العارفین کی خلافت سے مستفیض ہو کر منفرد روزگار رہوئے اور ان کی شوکت وشان کا علم لہرایا۔

آپ کا وصال بروز جمعرات بوقت عصر بعد فراغت درس مشکوۃ المصابیح ۱۰۵۰ھ میں ہوا۔ آپ کا آستانہ صدیوں سے مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ علم وعرفان اور آپ کے فیضان کا دریا جاری وساری

ہے۔ حضور سلطان العارفین چہاردہ پیرانِ خانوادہ سے باعتبار اصل وفرع ایک سو ستائیس (۱۲۷) سلسلوں کی اجازت وخلافت رکھتے تھے۔ آپ کے پیرومرشد سید المحد ثین میر سید شاہ یٰسین سامانی الدہلوی تھے جو حضرت سلطان المحققین حضرت مولانا شاہ وجیہہ الدین بن نصر اللہ العلوی گجراتی کے مرید وخلیفہ تھے اور حضرت شاہ وجیہہ الدین سلطان الموحدین حضرت حمید الدین شاہ محمد غوث گوالیاری سے اجازت وخلافت رکھتے تھے۔ قدس اللہ اسرارھم۔ حضرت کے پیرومرشد کا مزار بہار شریف محلہ خندق پر ہے۔

حضرت سلطان العارفین مولانا شہباز محمد قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنی دینی ودنیاوی وراثت اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنی اولاد کے نام وقف کردی تھی۔ دربارہ سجادہ نشینی بھاگلپور آپ کا قول بشکل تحریر آپ کے دست خاص کی آج تک موجود ہے۔ فارسی میں تحریر ہے "ہمہ پسران برابر متولی شدند اگر پسران نہ باشند پس پسرانِ پسران"۔ اس کے بعد عربی عبارت ہے......

"وقفت علیٰ ابنائی ثم ابنای ابنائی وان لم تکونوا والعیاذ باللہ فابنای اخی الاوسط وان لم تکونوا والعیاذ باللہ فابنای اخی الاصغر ثم ثم الا ماشااللہ تعالیٰ"

دستخط

شاہباز محمد

حضرت مولانا شہباز محمد قدس اللہ سرہٗ العزیز کے وصال (۱۰۵۰ھ/۱۶۴۰ء) فرمانے کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا عبد السلام قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۰۵۵ھ/۱۶۴۵ء ......مدت سجادگی۔ ۵ سال ۸ ماہ)، ان کے بعد منجھلے صاحبزادہ حضرت مولانا عبد اللطیف قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۰۸۷ھ/۱۶۷۶ء......مدت سجادگی۔ ۳۲ سال)، ان کے بعد تیسرے صاحبزادہ

حضرت مولانا تقی قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء......مدت سجادگی۔۱۵سال ۳ماہ)، یکے بعد دیگرے سجادہ نشین ہوئے، چوتھے صاحبزادہ حضرت مولانا صفی سیالکوٹی قدس اللہ سرہٗ والد گرامی کے حکم سے آپ کی حیات ہی میں سیالکوٹ کی ولایت پر معمور کردیئے گئے تھے لہٰذا آپ کی جگہ آپ کے اکلوتے صاحبزادے جو اپنے جد کریم کی سرپرستی میں پرورش پائے تھے اپنے والد کی جگہ سجادہ نشین ہوئے یعنی حضرت مولانا عاصم قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۱۳۳ھ/۱۷۲۰ء......مدت سجادگی۔۳۱سال)، آپ کے بعد آپ کے تین صاحبزادے مسلسل سجادہ نشین ہوئے، حضرت مولانا حافظ قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۱۳۶ھ/۱۷۲۲ء......مدت سجادگی۔۱سال ۸ماہ)، حضرت مولانا عاقل قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۱۴۰ھ/۱۷۲۶ء......مدت سجادگی۔۳سال ۳ماہ)، پھر تیسرے صاحبزادہ حضرت مولانا عابد اول قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۱۸۱ھ/۱۷۶۶ء......مدت سجادگی۔۴۱ سال ۲ماہ)، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا موحد قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۲۱۵ھ/۱۸۰۰ء......مدت سجادگی۔۳۴سال ۵ماہ)، پھر آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا صفیٔ ثانی قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء......مدت سجادگی۔۴۰سال ۸ماہ)، بعدہٗ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا عابد ثانی شاہ نوری قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۲۹۰ھ/۱۸۷۲ء......مدت سجادگی ۳۴ سال ۷ ماہ)، پھر آپ کے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا اشرف العالم قدس اللہ سرہٗ (وصال ...... ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء ...... مدت سجادگی۔۵۱ سال)، آپ کے بعد آپ کے سب سے چھوٹے بھائی حضرت مولانا رئیس العالم قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء......مدت سجادگی۔۱سال ۷ماہ)، پھر آپ کے بعد آپ کے بھتیجے حضرت مولانا سعید العالم قدس اللہ سرہٗ جو آپ کے منجھلے بھائی حضرت مولانا شریف العالم قدس اللہ سرہٗ کے صاحبزادہ تھے انکے اکلوتے فرزند یعنی حضرت مولانا ولی العالم قدس اللہ سرہٗ (وصال......۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء......مدت سجادگی۔

۲۸ سال ۲ ماہ) آپ چودہ سال کی عمر میں ہی مسند سجادگی پر فائض کئے گئے اور عالم شباب میں رحلت فرمائی، آپ کے بعد آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید شاہ صفی العالم قدس اللہ سرہٗ نہایت کم عمری میں سجادہ نشین کئے گئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً گیارہ (۱۱) سال تھی (وصال بروز جمعہ بوقت نماز، بتاریخ ۱۸ رمضان المبارک......۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء......مدت سجادگی..........۵۶ سال۔

اسی سلسلۂ سجادگی کو یوں نظم کیا گیا ہے......

ہے پروازِ شہباز عرش بریں

سلام و لطیف وتقی مہر دیں

ہوئے عاصم وحافظ، عاقل نگیں

تو عابد، موحد، صفی ہیں امیں

کوئی عابد، اشرف کا ثانی نہیں

رئیس و ولی وصفی جانشیں

اس کے بعد مجھ فقیر سراپا تقصیر کے ناتواں دوش پر یہ بار امانت رکھ دیا گیا جس کے لائق میں خود کو نہیں پاتا۔ اس تفصیل سے یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ خانقاہ شہبازیہ کا علمی وروحانی ماحول تقریباً چار صدی پر محیط ہے۔

خانوادۂ شہبازیہ میں شعر گوئی کی تاریخ:۔ اس خانوادہ میں شعر گوئی کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ عجب نہیں کہ اسکا آغاز حضور سلطان العارفین مخدومنا ومولانا شہباز محمد بھاگلپوری قدس سرہٗ یا انکے فرزندان ومقرب خلفاء ہی سے ہوا ہو، جیسا کے آپکے اجل خلیفہ یکے از اولاد غوث اعظم حضرت مولٰنا دیوان سید راجہ میدنی پوری رحمۃ اللہ علیہ کا صاحب دیوان ہونا ثابت ہے۔

پروفیسر حسن عسکری نے اپنے مضمون ''دیوان سید راجہ'' میں اسکی تصدیق کی ہے جو

''معاصر'' میں شائع ہو چکا ہے۔ حضرت مخدوم شہباز محمد قدس سرہٗ اور آپکے فرزندان سے متعلق نوادرات کتب خانہ شہبازی سے اب تک ہمیں ایسی کوئی تحریر یا تصدیق دستیاب نہیں ہو سکی ہے جس سے یقینی اور حتمی طور پر آپکے عہد مبارک سے تاریخ شعر گوئی کو منسلک کیا جا سکے۔

''بھاگلپور شریف کا موجودہ ادبی ماحول'' (خصوصی نمبر ماہنامہ سہیل، گیا ۱۹٦۹ء) میں پروفیسر ڈاکٹر لطف الرحمٰن شعبہ اردو بھاگلپور یونیورسیٹی نے خانوادۂ شہبازیہ کی تاریخ شعر گوئی کو صفحہ ٦۹ پر یوں بیان کیا ہے......

''ملا احسن اللہ صاحب ہی سے اس خاندان میں شعر و شاعری کا سلسلہ ملتا ہے، ان سے قبل جو بزرگ گزرے ہیں انکی کوئی شعری تخلیقات (اب تک) دستیاب نہیں...... حضرت ملا صاحب موصوف کو شعر و سخن سے بڑا گہرا شغف تھا۔ عربی زبان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی منقبت میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ قصیدہ کا پہلا بند ہے......

یَا اَمِیْرَ الْمُوْمِنِیْنِ اَوْلَی الْوَلِیْ　　　یَا دَلِیْلِیْ فِی الْخَفَایَۃِ وَ الْجَلِیْ

اَنْتَ بَابُ الْعِلْمِ مِنْ رَبِّ الْعُلٰی　　　فَضْلَۃً مِنْ فَضْلِکَ لِیْ تَمْثِلِیْ

یَا علیٌ یَا علیٌ یَا علی

اس قصیدہ کا آخری بند مقطع پر تمام ہوتا ہے......

اَحْسَنُ اللّٰہِ الَّذِیْ یَرْجُوْ اِلَیْکَ　　　یَا اَبَا الْحَسَنَیْنِ فَضْلٌ مِّنْ لَّدَیْکَ

جُمْلَۃُ الْحَسَنَاتِ جَرَتْ مِنْ لَّدَیْکَ　　　اِعْتِصَامِیْ لَیْسَ قَطُّ اِلَّا اِلَیْکَ

یَاعلیٌ یَا علیٌ یَاعلی

اس قصیدہ کے علاوہ اور کوئی تخلیق دستیاب نہیں ہوئی۔ تلاش بسیار کے بعد فارسی میں انکا ایک شعر دستیاب ہوا جو غالباً کسی قصیدہ ہی کا مقطع ہے جو درجہ ذیل ہے''۔

احسن اللہ ہر دو جا دارد امید از لطف تو　　فضل فضلش بر سرش چوں سایۂ عرش خدا

حضرت ملا احسن اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے حضور سلطان العارفین کی تالیف ''ستین شریف'' کی شرح عربی وفارسی کی آمیزش سے لکھی ہے جسکا قلمی نسخہ ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسکے ترجمہ کا کام جاری ہے انشاء اللہ تکمیل کے بعد اسکی اشاعت ہوگی۔

خاندان صاحبان سجادہ میں سخنوری کا تحریکی عمل

حضرت مولانا سید شاہ اشرف العالم اشرفؔ شہبازی قدس اللہ سرہٗ

(سجادہ یازدہم):...... (سن پیدائش ۱۲۶۱ھ / ۱۸۴۴ء سن وصال ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء)۔ آپ کی عہد ساز شخصیت تھی۔ علم وعرفان کی لازوال نعمتوں سے مالامال، صاحب درس وتدریس، مسند افتا کی زینت، ابرار زمانہ، صاحب عزت وجلالت بزرگ ہیں۔ آپ کے مریدین وخلفا میں ایک خاص فیضان صحبت کا اثر دیکھا جاتا ہے۔ سب کے سب عشق نبوت سے مملو اور جذبہ محبت سے سرشار، آپ کے والد بزرگوار قدوۃ السالکین حضرت مولانا عابد (ثانی) عرف شاہ نوری (متوفی ۱۲۹۰ھ) قدس سرہٗ نے اپنی حیات ظاہری میں ہی آپ کو ۲۴ سال کی عمر میں صاحب سجادہ مقرر کردیا تھا۔ بہار، بنگال، ڈھاکہ، چاٹگام، سلہٹ، اودھ وغیرہ تک آپ کے فیضان کا سلسلہ جاری تھا۔ علما ومشائخ، اُمراء ونوابان آپکے مریدین ومعتقدین اور کفش برداروں میں تھے۔

آپ کی شخصیت بڑی علمی وروحانی تھی۔ مشغولیت بسیار کے باوجود آپ نے تصنیف وتالیف کے شغف کو جاری رکھا، آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں مندرجہ ذیل زیور طبع سے آراستہ

ہوئیں......

(۱) مجمع الآداب...... ۱۲۹۶ھ (۲) آداب القرآن...... ۱۳۰۱ھ (۳) حفظ الایمان فی مناقب النعمان...... ۱۳۱۲ھ (۴) نجات الآخرت...... ۱۳۱۲ھ (۵) اشرف الاذکار در نعت سید ابرار ۱۳۳۹ھ (۶) سید الاذکار در نعت سید ابرار...... ۱۳۲۶ھ فصلی (۷) رسالہ خیر الکلام...... ۱۳۵۲ھ۔

آپ کی بزرگی مسلّم تھی، جس کے سب معترف تھے۔ تقریباً ۵۲ سال آپ نے مسند سجادگی کو زینت بخشی، آپ ''بوڑھے میاں صاحب'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ نے شعر گوئی خصوصاً نعت گوئی کی بہت ہی وسیع فضا بنائی اور اہل خاندان، مریدین و معتقدین یہاں تک کہ خدام و خانساماں سب کو نعت گوئی کے رنگ میں رنگ ڈالا۔ میلاد پاک کی مجالس کا انعقاد اکثر ہوتا رہتا، سب کو نعت خوانی کا موقع عطا فرماتے اور نوازتے رہتے تھے۔ آپ خود بھی نہایت خوش گلو تھے، آپ کے نعتیہ مجموعے میں اہل خانہ و خدام کے کلام بھی شامل رہا کرتے۔ آپ کے فیضان نعمت سے سب نے وافر حصہ پایا۔ نموتناً آپ کے چند اشعار پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں......

ذکر محبوب خدا جن و بشر کرتے ہیں
رب کی خوشنودی کا حاصل یہ ثمر کرتے ہیں
ورد نام نبی اس باغ جہاں میں ہر دم
شجر و غنچہ و گل برگ و ثمر کرتے ہیں
عاشق سید عالم کی نشانی ہے یہی
نعت گوئی میں سدا عمر بسر کرتے ہیں
نزد حق کے وہی افضل ہیں جو تم پر شاہا
جاں فدا مال فدا نقرہ و زر کرتے ہیں

جاں نثاران نبی جو ہیں بھلا اے اشرف
نار دوزخ سے کہیں خوف و خطر کرتے ہیں

حضرت مولانا شریف العالم قدس سرہٗ:۔(سن پیدائش ۱۲۶۴ھ/۱۸۴۷ء

......سن وصال......۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)۔

آپ حضرت مولانا اشرف عالم قدس سرہٗ کے منجھلے بھائی تھے۔آپ کی تعلیم وتربیت والد بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں ہوئی،اور درسیات کی تکمیل اپنے بڑے بھائی حضرت مولانا اشرف عالم قدس سرہٗ سے کی اور انکے نائب بھی رہے۔آپ نے اعزازی مجسٹریٹ کی حیثیت سے بھی ملی و سماجی خدمات انجام دی ہیں۔شعروشاعری کا شوق ورثہ میں پایا۔شعروسخن کا رجحان مائل بہ تصوف تھا، کلام میں دلگیری ودل ریزی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔چند شعر بطور نمونہ پیش قارئین ہے......

ہیں جو مداح نبی ﷺ افلاک کے سائے تلے
باغ جنت میں وہ ہونگے تاک کے سائے تلے
آیت تطہیر بھیجی حق نے انکی شان میں
جو تھے حضرت کی گلیم پاک کے سائے تلے
بحر عرفان حقیقت کا شناور ہوگیا
جو بھی پہنچا آپ کے ادراک کے سائے تلے
گرمئی شوق زیارت سے ہوں بیکل یا رسول ﷺ
لو بلا اپنے مزار پاک کے سائے تلے
چل مدینہ کیوں غم فرقت اٹھاتا ہے شریف
ہند میں اس گنبد سفاک کے سائے تلے

حضرت مولانا سید شاہ عالم المتخلص بہ عالمؔ شہبازی قدس سرہٗ:۔

(سن پیدائش......۱۲۶۸ھ/ ۱۸۵۱ء......سن وصال......۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)۔

حضرت مولانا اشرف عالم قدس سرہٗ کے یہ منجھلے بھائی تھے ۔اپنے بھائی مولانا شریف العالم قدس سرہٗ کی نگرانی میں تعلیم وتربیت پائی اور تکمیل برادر عالی مولانا اشرف عالم قدس سرہٗ سے کی عربی فارسی اور اردو تینوں زبان پر یکساں قدرت حاصل تھی۔آپ کے نعتیہ مجموعہ کی اشاعت ہوچکی ہے۔پہلا مجموعہ ''اشتیاق نعت'' ۱۳۲۴ھ میں مطبع فیض احمدی لکھنؤ سے شائع ہوا، یہ مجموعہ ۱۵۰ صفحات پر مشتمل ہے، اسکی پہلی نعت عربی زبان میں ہے جس کا مطلع ہے........

جَاءَ نَاالْقُرْآنُ مِنْ رَبِّ الْوَرٰی　　　اِنَّهٗ یَهْدِیْ اِلیٰ نَهْجِ الْهُدٰی

آپکی زیادہ تر نعتیں غزلیہ اسلوب وآہنگ میں ہیں ۔جس سے نغمگی، حلاوت اور چاشنی لطفِ بیان میں پائی جاتی ہے۔کچھ نعتیں بزبان فارسی ہیں، کچھ نعتوں میں عربی وفارسی دونوں کا امتزاج ہے۔غزلیہ دیوان کی ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے کی گئی ہے۔صفحہ ۸۹ سے عشقیہ شاعری شروع ہوتی ہے جس کو''مذاق عشق'' کے نام سے موسوم کیاہے، ہر ردیف میں غزلیں موجود ہیں۔ دوسرا مجموعہ ''گلدستہ نعت رسول'' ہے جو ۱۳۳۷ھ میں مطبع رحمانیہ مونگیر سے اشاعت پذیر ہوا۔آپ کی شاعری پر کلاسیکی انداز کا گہرا اثر پایا جاتا ہے۔غزل گوئی کے اعتبار سے موصوف ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں۔آپ کی ایک قلمی تصنیف بہ زبان فارسی ''رسالہ بازغہ'' ہے جس کا سن تکمیل ۱۳۱۱ھ ہے۔یہ نسخہ آپ کے دست خاص کا تحریر شدہ ہے۔

نمونہ کلام کے چند شعر نذر قارئین ہے......

فرقت کا غم ہے مائل اظہار یانبی ﷺ

لب پر ہے آہ چشم ہے خوں بار یانبی ﷺ

برتر ہو کیوں نہ آپ کا دربار یا نبی ﷺ
دونوں جہاں کے آپ ہیں سردار یا نبی ﷺ
وقت سوال رو برو منکر نکیر کے
جاری مری زباں پہ ہو ہر بار یا نبی ﷺ
لکھتا ہوں نعت روک لے یہ نفس کیا مجال
رہتا ہوں اسکے مکر سے ہشیار یا نبی ﷺ
عالم کو ملک ہند سے طیبہ بلایئے
ہوتی ہے عمریاں مری بے کار یا نبی ﷺ

حضرت مولانا سید شاہ محمد رئیس العالم قدس سرہٗ (سجادۂ دوازدہم):۔

(سن پیدائش ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۳ء......سن وصال ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء)۔

آپ حضرت مولانا سید شاہ اشرف العالم قدس سرہٗ کے چھوٹے بھائی تھے۔اوّل الذکر کے وصال کے بعد آپ ڈیڑھ سال تک سجادہ نشین رہے۔آپ نہایت پرہیزگار اور سادہ اطوار تھے۔کبھی کبھی شعر بھی کہہ لیا کرتے تھے۔''اشرف الاذکار،سید الاذکار،اور اشتیاق نعت''میں بھی آپ کے اشعار ملتے ہیں۔اس کے علاوہ آپ کے نعتیہ کلام کا ایک مختصر مجموعہ ''وسیلہ نجات در نعت سرور کائنات'' مطبع رحمانیہ مونگیر سے ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔جس کا قطعہ تاریخ مولانا سید ریاض الحسن شہبازیؒ متخلص بہ ریاضؔ اور محمد عشرت اللہ متخلص بہ عشرتؔ نے لکھا ہے۔نمونہ کلام کے چند اشعار پیش کرتا ہوں......

گر زیارت مجھے حضرت کی میسر ہو جائے — مستحق خلد کا بندہ بھی سراسر ہو جائے
دیکھ لے روضۂ سرور جو کوئی ایک نظر — چمن خلد اسے عرصۂ محشر ہو جائے

نعمتیں دونوں جہاں کی اسے حاصل ہونگی ‌ ‌ ‌ دید حضرت جسے اک بار میسر ہو جائے
کلمہ پاک جو حضرت کا زباں پر لائے ‌ ‌ ‌ نور ایمان سے دل اس کا منور ہو جائے
ہے رئیس آپ کے دیدار کا طالب دن رات ‌ ‌ ‌ دل کی پوری یہ تمنا مرے سرور ہو جائے

حضرت مولانا سید شاہ ولی العالم ولّی شہبازی قدس سرہ‘:............

(سن پیدائش......۱۳۲۴ھ/سن وصال......۱۳۶۸ھ/ ۱۹۴۸ء)۔

حضرت قبلہ اپنے چھوٹے دادا حضرت مولانا رئیس العالم قدس سرہٗ کے وصال کے بعد رونق آرائے مسند سجادگی ہوئے۔ والد گرامی حضرت سید شاہ سعید العالم قدس سرہٗ کا وصال انکے بچپن ہی میں ہوگیا تھا۔ والدہ مخدومہ کے زیر سایہ پرورش و پرداخت ہوئی۔ آپ کے والد گرامی جید عالم دین ہوئے، علوم شرعیہ کے علاوہ مختلف علوم وفنون کے ماہر، بے پناہ ذہانت ولیاقت کے مالک تھے۔ مجلس میلاد پاک سے آپ کو خاص شغف تھا۔ ۷/ربیع الاول کی مجلس کا آپ نے ہی اجراء فرمایا، ۸/ربیع الاول کی مجلس خانقاہ کے دستور قدیم میں شامل تھی۔ آپ نے اس موقع پر اس عہد کے مشہور بزرگ، عاشق رسول، میلاد خواں جناب عبدالرحیم شاہ بنارسی علیہ الرحمۃ کو مدعو کیا وہ تشریف لائے۔ اور اس خانقاہ سے ایسی انسیت ہوگئی کہ اکثر وبیشتر تشریف لاتے رہے اور کئی کئی مہینہ قیام کرتے۔ حضرت مولانا سعید العالم قدس سرہٗ سے انتہائی محبت فرماتے تھے۔ آپ کا مزار بنیا باغ بنارس میں مرجع خواص وعوام ہے۔

حضرت مولانا ولی العالم قدس سرہٗ نے ان دونوں مجلسوں کی شان وشوکت میں زبردست اضافہ فرمایا۔ چونکہ آپ والہانہ انداز میں انتہائی خوش گلوئی کے ساتھ میلاد خوانی فرماتے تھے۔ آپ کے عہد مبارک میں خانقاہ اور اس کے اعراس تیزی کے ساتھ مائل بہ عروج ہوئے۔ آپ نے خانقاہ کی قدیم بوسیدہ عمارتوں کی از سر نو درستگی کرائی، علماء ومشائخ، امراء واہل عزت، غریب ومحتاج، کیا

اپنے کیا پرائے سب پر آپ کی شفقت آخر تک قائم رہی۔ باوجودیکہ آپ مخالفین واشرار کی ایذا رسانیوں میں گھرے رہے پھر بھی آپ نے صبر واستقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔ آپ بچپن ہی سے نہایت سلیم الطبع، حلیم وبردبار تھے۔ آپ کی نورانی شخصیت بے پناہ پُرکشش تھی۔ خطبہ عیدین اس شان سے پڑھتے کہ اہل دل پر وجد وحال طاری ہوجایا کرتا۔ آپ نہایت خوبصورت جامہ زیب، غریب پرور اور پاکیزہ خصال تھے۔ افسوس صد افسوس کہ جس طرح آپ کے والد کی عمر نے وفا نہ کی اور جواں سالی میں ہی وصال فرما ہوئے اسی طرح آپ نے بھی صرف ۴۴ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ آپ نعت گوئی میں اپنے آباء کے مسلک پر قائم رہے، اور نذر عقیدت ومحبت والہانہ اور پُرسوز انداز میں پیش کرتے رہے۔ حضور جامی علیہ الرحمۃ کی زمین میں آپ کی نعت پاک بہت مشہور ہے......

سبھوں سے ہے اعلیٰ ہمارا محمد ﷺ
ہے عرش معلیٰ کا تارا محمد ﷺ

مجھے درد فرقت نے مارا محمد ﷺ
نہیں ضبط کا مجھ میں یارا محمد ﷺ

دکھا دو وہ روئے دل آرا محمد ﷺ
نہیں اب ہے فرقت گوارا محمد ﷺ

حقیقت میں ہو دید حق اس کو حاصل
جو نظارہ کر لے تمہارا محمد ﷺ

محمد ﷺ کا رب ہے محمدؐ ہیں اس کے
محمد ﷺ کے ہم ہیں ہمارا محمد ﷺ

دو عالم کی تکویں ہوئی جس کی خاطر
وہ ہے کون ؟ کہدوں ہمارا محمد ﷺ
یہ دو میم ہیں اس میں قند مکرّر
ہے کیا نام شیریں تمہارا محمد ﷺ
ولیؔ پر بھی محشر میں ہو چشم رحمت
کہ ہے نام لیوا تمہارا...... محمد ﷺ

حضور والدی ومرشدی الحاج مولانا سید شاہ صفی العالم "صفیؔ" شہبازی رحمہ اللہ القوی

آپ کا سن پیدائش ۱۳۵۸ھ ہے۔ والد بزرگوار کی رحلت کے وقت عمر شریف دس سال تھی آپ ۱۳۶۸ھ میں مسند سجادگی پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد محترم نیز نانا جان حضرت سید شاہ محمد فائق علیہما الرحمہ کے زیر نگرانی ہوئی اور مابعد مولانا عبدالرؤف ومولانا احمد اللہ ومولانا سلامت اللہ ودیگر جید علمائے کرام کے ذریعہ مکمل ہوئی۔ سن ۱۹۶۴ء میں حج بیت اللہ وزیارت مدینہ سے مشرف ہوئے۔ آپ کی ذات مجموعہ ہمہ اوصاف تھی۔ خانقاہی وراثتوں کے امین مسلک اہل سنت وجماعت کے ناشر وناصر، حق گوئی وحق پسندی کی تابندہ تفسیر، علوم وعرفان کے قدردان، تعمیر وترقی کے دلدادہ اور اپنے عہد کے بافیض صاحب سجادہ تھے۔ آپ کے دور سجادگی میں بہت ساری مشکلات کے باوجود مدرسہ شہبازیہ اور دیگر گوشۂ ترقیاتِ خانقاہ کا از سر نو احیا ہوا۔ لائبریری کی عمارت، صحن مسجد کا حوض، آستانۂ عالیہ میں نوری دالان، لحد شریف ودیگر قدیم مکانات اور رہائشی مکانات کی توسیع وتعمیر آپ کے ترقیاتی منصوبے کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ حضور والا کو کم عمری

سے ہی علم وادب سے گہرا شغف رہا۔آپ پر ایک مکمل مضمون بھاگلپور کے ادبی ماحول نمبر (ص ۱۹۱) میں شائع ہوا ہے اسکے علاوہ آپ کا ذکر کراچی کی مطبوعہ کتاب ''تذکرہ مسلم شعرائے بہار'' (ج ۳۔ص ۳۷) پر بھی ملتا ہے،جس میں آپ کی ایک غزل بھی شامل ہے جس کا مطلع ہے......

درد کا روگ ملا درد کا حاصل نہ ملا

اے غم زیست کوئی رحم کے قابل نہ ملا

شاغل قادری مرحوم آپ کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ......

''حضرت میاں صاحب (صاحب سجادہ خانقاہ شہبازیہ کو عوام وخواص اسی لقب سے یاد کرتے ہیں) نے مشق سخن کا آغاز باضابطہ طور پر ۱۹۵۴ء سے کیا۔ابتدا نعت سے ہوئی اسکے بعد نعت وغزل کہنے کا ایک سلسلہ بن گیا۔حضرت فائق رحمۃ اللہ علیہ آپ کی تخلیقات پر اصلاح فرماتے تھے۔آپ کی غزلیں روزنامہ ''الحق'' کتابچہ ''کہکشاں'' ماہنامہ ''پگڈنڈی'' امرتسر، ''سہیل'' گیا، ''تاج'' کراچی، ''سنی'' لکھنؤ ''سیرت'' بنارس، ''المجیب'' پھلواری شریف وغیرہ میں شائع ہوتی رہی ہیں''۔

آپ کی بافیض ہستی عوام وخواص سب کیلئے مشعل راہ تھی۔آپ کی ذات ہمہ خوبیِ اوصاف بڑی مغتنم تھی۔ہزار افسوس کہ آپ کا سایۂ ہمایوں ہم سب کے سروں سے اٹھ گیا۔آپ کا وصال ۱۸ رمضان المبارک بوقت نماز جمعہ سن ۲۰۰۳ء کو ہوا۔ڈاکٹر سید طلحہ رضوی برقؔ نے ایک طویل منقبت آپ کی شان میں کہی ہے اور اسی کے آخری شعر میں سن وصال کو بھی ظاہر فرمایا ہے۔منقبت کیا ہے علم وادب کا بہترین شہ پارہ، ہر ایک مصرع حقیقت پر مبنی اور آپ کے ظاہری وباطنی احوال وکیفیات کو الفاظ کے دامن میں سمیٹے ہوئے۔

آپ بھی حضرت برقؔ کی علمی وفنی تجلیات سے مستنیر ہوں......



عالم شد ناگہہ تاریک   برپا شد ہر سو ماتم
صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ گشت   خانقہ شہبازیہ ہم
سانحہ را چوں پرسیدم   آوازے آمد پیہم
شد بہ ارم سجادہ نشیں   گفت . کسے بادیدۂ نم
آہ ! حضور میاں صاحب   کانِ سخا و لطفِ اتم
رفت بہ جنت نیست اِشباہ   زینتِ خلد و باغِ ارم
آہ ! ولی و قطب العصر   منبعِ جود و مہر و کرم
شیخِ طریقت نیک اوصاف   کُنہِ تصوف را محرم
داشت عجب رفعت آں شاہ   باز فضائے حِدُث و قِدم
خویش واقارب ، خرد و کلاں   ہر گہہ و مَہہ را چوں منعم
از پے ما و شما ذاتش   ملہمِ غیبی را ملہَم
دائرۂ مولانا چک   مرکزِ دیں ، محرابِ حرم
منزلِ درویشانِ صفا   مرجعِ اہلِ جاہ و حشم
درگہہِ وآں دربارِ ولی   نقش نمائے وجود و عدم
خُبثِ و جن و آسیب زدہ   یافت شفا ز دعاء و دم
نیشِ کژدم نوش شود   بردرِ حضرت شربت سم
بیمار آمد گشت درست   رفت از اُو ہر رنج و الم
جوئندہ یابندہ ہست   آید بیند کیف و کم

فقر و سلوک ، اللہ رسی — راہِ صفا بے پیچ و خم
مسجد و مدرس و خانقہ — ذکر خدا و رسول اکرم
جلوۂ نورِ کاہکشاں — شجرۂ پاکِ والا ہم
جذبۂ صادق عشقِ نبیؐ — بُرد کجا واللہ اعلم
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ — قطرہ شد در دریا ضم
جائے نشیں چہ خوب گذاشت — ظاہر باطن پدر شِیَم
غیرتِ شمس و رشکِ قمر — مرشد و مستر شد باہم
شوق است مادّہ نامِ او — مشتق باشد نیک قدم
چشم و دلش ممزوج کند — عشق عرب در حسنِ عجم
شیخ بہ قلبش راہ کشاد — رمزِ شرع و طریقت ہم
بامِ عروج انشااللہ — خواہد رفت بلند ہردم
دائم بُد راضی بہ رضا — پیکِ اجل را گفت نعم
برقؔ مرا تاریخِ وصال — داد دلِ محزوں ، پُر غم



"عارفِ کامل، طبعِ نفیس - سیدشاہ صفی عالم"

۷۲۳ + ۷۰۱ = ۱۴۲۴ھ

دیگر اکابر خانوادہ

حضرت مولانا عاسل (اول) دیوان بنگالہ قدس سرہٗ:۔ (پیدائش ۱۱۱۰ھ/ ۱۶۹۸ء...... وصال ۱۲۱۷ھ/ ۱۸۰۲ء) آپ حضرت مولانا عاقل قدس سرہٗ صاحب سجادہ ششم کے فرزند ہیں۔ آپکی ذات مخزن علم وفن اور مصدر رشد وہدایت تھی۔ کئی نادرالوجود تصانیف آپکے قلم سے وجود میں آئیں مگر اب وہ سب تقریباً نایاب ہیں۔ کچھ قلمی صحیفوں میں انکا ذکر ملتا ہے۔ انہیں میں سے ایک نسخہ ملا احسن اللہ صاحب کے عربی قصیدہ کی شرح کا ہے، اس شرح کے خاتمہ پر انکے کچھ اشعار بزبانِ فارسی بخط شاعر کی صورت میں ملتے ہیں۔ دو شعر نظر قارئین ہے......

یا علی من سر بسر غرقم بدریائے گناہ

دستگیریت و اولادت بود مارا پناہ

نفس امارہ مرا در ایں جہاں کردہ تباہ

نامۂ اعمال من از معصیت گشتہ سیاہ

حضرت قاضی سید محمد رافق قدس سرہٗ:۔ آپ حضرت قاضی سید محمد فائق قدس سرہٗ کے دوسرے صاحبزادہ تھے۔ آپ صدر اعلیٰ کے منصب پر فائض رہے۔ نہایت حلیم، کریم، سخی اور فیاض بزرگ تھے، علوم شریعت کے ساتھ ساتھ علوم طریقت کے گنج گراں مایہ تھے۔ عوام وخواص سب آپکے گرویدہ تھے۔ حافظ وزیر الدین ظہوری کی تصنیف "سیرۃ الشعیب دُرِ شیخ پورہ مع تذکرۃ الاعراس مطبوعہ کلیمی پریس روڈ، کلکتہ ۱۳۲۷ھ کے صفحہ ۳۷ پر حضور سلطان العارفین قدس سرہٗ کے عرس کی تاریخ اور اس عہد کے زیب سجادہ ابرار زمانہ حضرت مولانا سید شاہ اشرف عالم شہبازی

المعروف حضور بوڑھے میاں صاحب کا ذکر آیا ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۷۶ پر فضیحت شاہ وارثی کے ذکر میں ضمناً ماضی کے تعلقات کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

''مریدوں میں حضرت شاہ مسافر قادری قلندری قدس سرہٗ کے جناب شاہ ظہور علی عرف فضیحت شاہ وارثی بازید پوری بن شیخ دیوان نور علی صاحب صدیقی ہیں۔ شیخ نور علی صاحب مفخر زماں خاندان گرامی سے حضرت شاہ محمود قدس سرہٗ کے ہیں آپ ضلع بیر بھوم میں خاص سرشتہ دار تھے۔ عرصہ دراز تک جناب قاضی سید شاہ محمد فائق صاحب و جناب قاضی سید شاہ محمد رافق صاحب صدر اعلیٰ شہبازی بھاگلپوری کے ساتھ رہے۔ بتاریخ ۱۴ شعبان ۱۳۰۹ھ آپکو حاجی وارث علی شاہ قدس سرہٗ نے تہبند عطا کیا۔''

حضرت قاضی رافق صاحب کے کلام کا ایک نمونہ بھاکھا زبان میں لکھی ہوئی ایک طویل منقبت سے پیش کرتا ہوں......

شہباز قطب مورے والی
اے جی پیر لی ہو کھبر موری حالی
محمد رافق بنتی کرت ہیں
سن لو جی ارج ہماری

حضرت قاضی سید محمد ناطق قدس سرہٗ (منصف عدالت):۔ آپ مولانا فائق قدس سرہٗ کے تیسرے فرزند تھے۔ پیدائش ۱۲۲۳ھ/ ۱۸۰۸ء...... وصال ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۷۹ء ہے۔ آپ ۱۲۸۸ھ میں مدھے پورہ ضلع بھاگلپور میں عہدۂ منصفی پر فائض تھے۔ آپ سیوان میں بھی بحیثیت منصف اول رہے۔ آپ نے اپنے ذاتی خرچ سے کورٹ میں ایک مسجد تعمیر کروائی وہ آج بھی

''منصفی مسجد'' کے نام سے مشہور ہے۔ مسجد کے نظم ونسخ کیلئے کچھ جائداد خرید کر وقف کردی تھی۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مساجد کی تعمیر سے بڑا شغف تھا۔عہدہ سے سبکدوشی کے بعد اپنے دولت خانہ سے متصل ملا چک بھاگلپور میں بھی ایک مسجد تعمیر کرائی جو ''چھوٹی مسجد'' کے نام سے مشہور ہے۔سن تعمیر ۱۲۷۳ھ ہے۔

آپ کے کسی عقیدتمند محمد بخش خفی کا رقم کردہ قطعہ تاریخ مسجد پر ثبت ہے، یہ آپکی خردہ نوازی اور وسیع القلبی کی روشن دلیل ہے۔حالانکہ آپ خود صاحب زبان و بیان، سیف و قلم بزرگ تھے۔اسکی تصدیق ''حدیقۂ شہبازی'' مولفہ حضرت شاہ شہرت عظیم آبادی اور آپکی تصنیف ''سعید الکلام'' کے مطالعہ سے بخوبی ہو جاتی ہے۔آپ عظیم وجلیل منصب پر فائض ہونے کے باوجود منکسر المزاج سادگی پسند اور فقیرانہ روش رکھتے تھے، عہدہ سے سبکدوشی کے بعد آپ نے حج بیت اللہ فرمایا اور بقیہ عمر گوشہ نشینی میں بسر کی۔حدیقۂ شہبازی کے خاتمہ پر آپکا موزوں کردہ قطعہ تاریخ آپ کے خامہ رواں کی پختہ کاری پر دلیل ہے۔

فرماتے ہیں..........

کرد شہرت چوں رقم تذکرۂ مولانا　　　　بچنیں مختصر از کلکِ چمن پردازی

سالِ تصنیف چہ خوش گفت محمد ناطق　　　　حرز جن وبشری معجزۂ شہبازی

آپ نے بھاکھا کے دیپ کی جوت یوں جگائی ہے......

محمد ناطق پیم رس چاہی تو رب سی مل
کونن کاج رہگی اوروں سے ہل ہل
محمد ناطق کا ہو سی کاہے کو کچیئے پیت
چار دنن میں جات ہیں جب ساگر کی ہیت

حضرت قاضی سید محمد راحق احقؔر قدس سرہٗ (خان بہادر، قاضی شہر):۔آپ قاضی محمد فائق قدس سرہٗ کے چھوٹے فرزند تھے۔سن پیدائش ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۱ء......سن وصال ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء ہے۔آپ تا حیات عہدۂ قضا پر فائض رہے اور عید گاہ شاہ جنگی کی امامت بھی فرماتے رہے۔بھاگلپور میں اصلاح معاشرہ اور سماجی زندگی میں سدھار کی خاطر آپ نے زبردست عملی اقدامات کئے۔آپ نے اپنے ذاتی خرچ سے ایک اسکول کی بنیاد بھی ڈالی جس میں اس وقت کی مروجہ تعلیم کے علاوہ انگریزی تعلیم کو بھی لازمی قرار دیا۔جبکہ اس دور میں انگریزی تعلیم کو ''شجر ممنوعہ'' سمجھا جاتا تھا۔آپ نے اس درسگاہ کے ذریعہ تعلیم و تربیت ،تہذیب و تمدن کو بہت جلا بخشی۔اسکول کو ترقی کے اس مقام تک پہنچایا کہ تقسیم اسناد کے جلسہ میں بہار کا انگریز گورنر شریک ہوا۔ان سب کے باوجود آپ خلق محمدی کا نمونہ اور پیکر عجز و انکسار تھے،احقؔر تخلص فرماتے تھے۔آپ کو شعر و شاعری سے فطری لگاؤ تھا۔افسوس کہ کلام نایاب ہے،تلاش و جستجو کے بعد چند شعر مل پائے وہ نذر قارئین ہے۔

فرماتے ہیں.........

کیا محفل میلاد ہے عالی درجات
ہر سمت سے ہوتا ہے نزول برکات
اس محفل اقدس کا تجلیٰ دیکھو
ہر برگ و شجر ہوگا معلیٰ دیکھو
کیونکر نہ ہو اس نام کے صدقے احقؔر
ہے ورد زباں صبح و مسا صلی اللہ

حضرت مولانا سید شاہ محمد رشید قدس سرہٗ:۔آپ حضور سلطان العارفین مخدوم شہباز محمد قدس اللہ سرہٗ العزیز کے اخلاف میں تھے۔آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔حضرت مولٰنا رشیدؒ بن مولانا مرشدؒ بن مولانا عابدؒ اوّل بن مولانا عاصمؒ بن مولانا صفیؒ سیالکوٹی بن مولانا شہباز محمد قدس اللہ سرہٗ العزیز۔سن پیدائش ۱۱۴۰ھ/۱۷۲۶ء......سن وصال ۱۲۴۳ھ/۱۸۲۷ء ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے جدّ امجد مولانا عابد(اوّل) قدس اللہ سرہٗ سے حاصل کی۔اسکے علاوہ اپنے عم محترم مولانا ہادیؒ اور دیگر اکابرین خانوادہ کے زیر تربیت تکمیل فرمائی۔علوم شرع میں اپنے عہد کے زبردست عالم اور احسان وسلوک کے بلند قامت عارف،انتہائی تقویٰ شعار،عابد شب زندہ دار تھے......آپکی وفات پر یہ قطعہ تاریخ برآمد ہوا۔

محمد رشید شہبازی......۱۲۴۳ھ۔ در شب سہ شنبہ بست وہشتم جمادی الاول

قطعہ تاریخ:۔ (پنجم پوس ۱۲۳۵ فصلے)

مولوی معنوی ملاّ رشید
شد سپردہ چوں بہ بستانِ ارم
سال نقلش گفت ہاتف در جہاں
بر محبانش فتادہ بارغم

گویا ان کی وفات کو تقریباً ۱۵۰ سال گزر گئے۔نمونۂ کلام پیش ہے......

چہ خوش وقتے کہ یارم در کنار است
زفکر دوجہاں دل بر کنار است

به امیدے کہ گر دیدم بہ عالم

ہمہ حاصل ہمیدم در دیار است

چہ منت ہا کہ مارا پیش خود خواند

کہ مثلم در پئے او صد ہزار است

حضرت سید شاہ محمد صفیؒ ثالث عرف مولانا شعور متخلص بہ شہباز قدس سرہٗ:۔ آپ حضور سلطان العارفین مخدومنا و مولانا شہباز محمد قدس اللہ سرہٗ العزیز کی آٹھویں پشت میں ہیں۔ تاریخ پیدائش و وفات کا صحیح علم نہ ہو سکا۔ آپ کی تصنیف ''بہارستان شعور'' قدیم کتب خانہ میں تلاش کرنے پر اب تک نہ مل سکی۔ یہ تصنیف فارسی زبان میں ۱۲۹۵ھ مطبع مجمع العلوم سے شائع ہوئی تھی۔

آپ فارسی و اردو دونوں زبانوں کے ذولسانی شاعر تھے، نمونہ کلام ملاحظہ کریں......

مستمند کوئے احمد را ارم در کار نیست　　عاصیاں را در قیامت جز نبی کس یار نیست

اردو کلام کا نمونہ بھی دیکھ لیں......

پرتو نور الٰہی ہے جمال نبوی　　چشم دل کھول کے دیکھو تو کمال نبوی

حضرت مولانا سید عبد اللہ جنونؔ علیہ الرحمۃ:۔ آپ کے تفصیلی حالاتِ زندگی اب تک دستیاب نہیں ہو سکے۔ ''تذکرہ روزِ روشن'' (مرتبہ عطا کاکوی) میں آپ کے متعلق صرف اتنا ملتا ہے کہ......

''عبد اللہ جنون پسر سرفراز علی بھاگلپوری مفتی عدالت ایسٹ انڈیا کمپنی کے عہدے پر فائز تھے۔ نمونہ کلام دستیاب نہیں''۔ (ادبی ماحول: ص......۷۹)

نساخ کے ''تذکرہ سخن شعرا'' (عبد الغفور نساخ، اتر پردیش، اردو اکاڈمی......۱۹۸۲ء۔

ص......۱۱۲) پر صرف اتناذکر ملتا ہے۔

”جنون تخلص مولوی عبد اللہ مرحوم خلف سرفراز علی منصف جسر (جیسور) باشندہ بھاگلپور، شاگرد مرزا جان تپش، اولاد میں مولانا شہباز قدس سرہٗ کی، ان کا مولد و مسکن جسر ڈھاکہ میں عہدۂ صدر امین پر معمور تھے“۔

حضرت مولانا بارق برقؔ شہبازی قدس سرہٗ: ۔آپ ماضی قریب میں خانقاہ شہبازیہ کے ممتاز بزرگوں میں سے ہیں۔آپ کا نسب نامہ یوں ملتا ہے۔مولانا بارق بن قاضی شارق بن قاضی شائق بن حضرت مولانا عاقل بن مولانا عاصم (نبیرۂ حضور سلطان العارفین مخدوم شہباز محمد) قدس اسرارھم۔

حضرت مولانا بارق قدس سرہٗ عالم باعمل، صاحب کیف وحال، فقیر منش، خوش نویس صوفی مشرب، ماہر تعلیم وتربیت، سماع کے دلدادہ تھے۔آپ کی بیاض قلمی پراز معلومات ہے۔جس میں احوال خانوادہ، شجرۂ سلاسل، وردو ظائف اور مفید نایاب معلومات ہیں۔آپ نے قطب زماں ہادئ گم گشتگاں حضرت حاجی سید وارث علی شاہ علیہ الرحمہ کی خدمت میں برسوں گزارے اور بیعت واجازت وخلافت سے نوازے گئے۔آپ کو اپنے خاندانی سلاسل کی اجازت وخلافت پہلے ہی سے حاصل تھی۔آپ مولانا عاسل ثانی علیہ الرحمہ سے شرف بیعت رکھتے تھے۔آپ نہایت قانع متواضع، حلیم و بردبار تھے۔آپ کی آمدنی قلیل تھی مگر اسکی برکت پر دنیا حیران رہتی تھی۔پہلے حاجی وارث علی شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا عرس مبارک آپ ہی کے آبائی دولت کدہ پر ہوتا تھا۔جواب موجودہ زیب سجادہ کا دولت خانہ ہے۔آپ کے یہاں وارثی فقرا کی بھیڑ لگی رہتی تھی حضرت عبد الآد شاہؒ، برباد شاہؒ، حافظ پیاریؒ، بیدم شاہ وارثیؒ، فضیحت شاہ وارثیؒ اور دیگر بے شمار اولیائے وقت کا قیام رہتا تھا۔

آپ کا دو شعر نذر قارئین ہے......

وہی ہے کون و مکان میں نہاں عیاں ہوکر　　وہی مکیں ہے مرے دل میں لامکاں ہوکر

ایضاً

سر برہنہ پا برہنہ کیسی یہ تصویر ہے　　حیرت حسن مجسم، عشق کی تنویر ہے

حضرت مولانا سید محمد فائق (ثانی) قدس سرہٗ (رجسٹرار):۔سن پیدائش ۱۸۸۳ء/ ۱۳۰۱ھ......سن وفات ۱۹۵۴ء/۱۳۷۲ھ۔آپ کا وصال ۸؍صفر المظفر کو ۷۱ سال کی عمر میں ہوا۔ ڈسٹرک سب رجسٹرار کے عہدہ سے ۱۹۴۲ء میں سبک دوش ہوئے۔دورانِ ملازمت گوگری جمال پور، نرہیہ، سیوان، چھپرا، مونگیر وغیرہ میں مقیم رہے۔آپ کو اپنے والد مولانا سید محمد فائق اور اپنے نانا جان حضرت سید محمد عاسل علیہما الرحمہ دونوں سے بیعت اجازت وخلافت حاصل تھی۔خاص طور سے اپنے نانا جان سے علم سینہ اور علم سفینہ دونوں کا اکتساب فیض کیا اور چہاردہ خانوادہ کی اجازت وخلافت پائی۔

آپ کو اللہ نے بے پناہ حافظہ بخشا تھا جو کتاب ایک بار آپ کے مطالعہ سے گزرتی وہ آپ کے ذہن وفکر پر اس طرح منقش ہوجاتی کہ ورق، صفحہ، سطر، حاشیہ، متن، سنِ اشاعت اور مطبع تک حوالے میں بیان فرماتے، خواہ کتاب دیکھے برسہابرس کیوں نہ گزرے ہوں۔آپ کی فارسی دانی حدکمال کو پہونچی ہوئی تھی، خوش خطی بھی بے مثال تھی۔شاعری کا ذوق آپ نے ورثے میں پایا تھا اور مختلف اصناف سخن میں مہارت تامّہ حاصل تھی جس کے معترف آپ کے ہم عصر علماء ومشائخ اور اہلِ علم وادب رہے۔آپ کی تمام خوبیوں کا احاطہ ایک حقیقت پسند اور عقیدت مند شاعر جناب نجم سارنی نے آپ کے تبادلہ کے موقع پر نظم کی صورت میں پیش کی ہے اس میں سے چند اشعار پیش کر رہا ہوں......

اے وفا شیوہ و گنجینۂ خلق و ایثار
نیک خو ، نیک سیر ، نیک شیم ، نیک شعار
عالم السنۂ مشرق و مغرب لاریب
حاکم نیک دل و شاعرِ شیریں گفتار
سید پاک نسب شاہ لقب خادمِ دیں
مرد درویش صفت قانع و سادہ اطوار
صاف گو ، زندہ دل و کاتب اعجاز رقم
اور بیگانۂ مفہومِ غرور و پندار
دوستوں میں ہے تری فارسی دانی مشہور
اہل دل نعتیہ مضمون پہ ہوتے ہیں نثار
بلبلِ نغمہ سرا حاتمِ احباب نواز
لوگ کرتے ہیں تجھے اہل تصوف میں شمار
مایۂ ناز تری ذات تھی سارن کے لئے
تیرے دم سے چمنِ شعر میں تھی تازہ بہار
ہر طرف شہر میں شہرہ تھا خوش الحانی کا
ہر سخنور تھا تری زمزمہ سنجی پہ نثار
گل الفاظ پہ گلزارِ معانی صدقے
کلکِ مانی ترے انداز نگارش پہ نثار

قابل رشک ہے اب محفلِ یارانِ مونگیر
تیرے قدموں سے اس اطراف میں آئے گی بہار
کیا قلم بند کروں کیفِ غمِ دل اے تجمؔ
دم تحریر ہوا سینۂ خامہ بھی فگار

آپ نے قدیم کتب خانۂ شہبازیہ کی ترتیب وتدوین میں انتہائی عرق ریزی اور جاں سوزی کی، نیز بہت سے قلمی نسخہ جات کو دوبارہ نقل کر کے نئی زندگی عطا کردی۔ آپ کا کلام بزرگانِ شہبازیہ کے تقریباً ہر مجموعہ میں شامل رہا۔ آپ حضرت تمنّا عمادی پھلواروی اور حضرت رکن الدین دانا سہسرامی کے ہم عصر ہیں۔ ان حضرات کے علاوہ دیگر ادیبوں شاعروں سے بھی آپ کے گہرے روابط رہے ہیں اس زمانے کے مشاہیر علماء خصوصاً حضرت مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی اور مولانا محمد سید محدث کچھوچھوی علیہما الرحمہ سے بھی قریبی تعلقات تھے۔ آپ کے مجموعہ کلام کی ترتیب آپ کے نواسے اور سابق صاحب سجادہ حضرت الحاج مولانا سید شاہ صفی العالم شہبازی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے دی تھی جو بعد میں شہبازیہ ادبی کونسل کے زیر اہتمام ''ارمغانِ فائق'' کے نام سے شائع ہوئی۔ اس مجموعہ میں حمد، نعت، مناقب، قصائد، خمسہ، رباعی، غزل اکثر صنف سخن پر کلام موجود ہیں۔ غیر منقوط کلام بھی بزبانِ فارسی واردو شریکِ اشاعت ہیں۔

چند شعر بطور نمونہ پیش کرتا ہوں ....



خدا معلوم حد منزل عرفاں کہاں تک ہے
پتہ ہر شخص دیتا ہے پہنچ جس کی جہاں تک ہے

کسی کی طور سینا تک کسی کی آسماں تک ہے
رسائی آپ کی لیکن حریمِ لامکاں تک ہے
یہ مانا تو ہے عاصی پر تجھے کیا فکر ہے فائق
مسلسل سلسلہ تیرا شفیعِ عاصیاں تک ہے

﴿۲﴾

محمد حامد و محمود و ممدوحِ دوعالم ہو
ہوکامل اور اکمل اکرمِ اولاد آدم ہو
الٰہی کر عطا ہم کو ودادِ سرورِ عالم
مرا مورد سوادِ مالکِ ملکِ دوعالم ہو
عطا کر سر کو سودا کاملِ سردارِ مرسل کا
ہمارا دل ودادِ سرورِ عالم کا ہمدم ہو

﴿۳﴾

آدم کو خلافت کا جب مل گیا پروانہ
پھر کیوں نہ ادا کرتے وہ سجدۂ شکرانہ
ہے پیشِ نظر ہر جا وہ جلوۂ جانانہ
بحث اس سے نہیں مجھ کو کعبہ ہے کہ بتخانہ
وہ جلوہ نما تجھ میں تو ڈھونڈتا پھرتا ہے
مجنوں کی طرح اے دل کیا تو بھی ہے دیوانہ

منظور ہوا حق کو اظہار خدائی کا
اک دانۂ گندم سے عالم ہوا افسانہ
پیشانیِ آدم میں کیا چیز امانت ، تھی
وہ نور محمدؐ تھا سب جس کے تھے پروانہ
جاتی رہی عالم سے وہ کفر کی بد مستی
جاری ہوا جس دن سے توحید کا میخانہ
ہے رشتہ لگا فائقؔ ایک ہی دونوں میں
مالا میں بھی دانہ ہے تسبیح میں بھی دانہ

میری قصیدہ گوئی:۔اس تاریخی تناظر میں یہ بات تو متحقق ہوگئی کہ خانقاہ شہبازیہ کا علمی وادبی ماحول تقریباً چار صدی پر محیط ہے۔سخن سازی اور سخن طرازی کی وراثت عہد بعہد منتقل ہوتی چلی آرہی ہے۔اس وقت اہل خانوادہ میں برادر گرامی قدر ڈاکٹر پروفیسر سید محمد رافق زماںؔ مدظلہٗ صاحب زبان وبیان ہیں اور نظم ونثر پر یکساں قدرت حاصل ہے۔انکی کئی کتابیں اردو، ہندی اور انگلش زبان میں شائع ہو چکی ہیں۔ ''آبشار'' نعتوں اور غزلوں کا مجموعہ ہے جو زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ماضی قریب کی ایک علمی شخصیت جو عین جوانی کے عالم میں ہم سب کو داغِ مفارقت دے گئی اس کا ذکر نہ کرنا بڑی ہی ناانصافی ہوگی۔یعنی برادر عزیز پروفیسر سید محمد اخلاق عالم صباؔ، جنکی نعتوں اور غزلوں کا اسلوب اور لب ولہجہ بہت ہی بلند وبالا اور رواں دواں تھا افسوس کہ طویل علالت کے بعد ہم سب کو ہمیشہ کیلیے صدمۂ ہجر دے گئے۔ان کے چند شعر سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس سبد گل کی نکہت کیا ہوگی..........

وائے تقدیر نہ دیکھا کہ وہ در کیسا ہے
اپنے ایمان و عقیدت کا نگر کیسا ہے
سر بلندی کیلئے اپنا لہو لے کے گئے
کربلا والوں کا انداز نظر کیسا ہے
رب کے محبوب کو اپنا سا بشر کہہ ڈالا
یہ نہ سمجھا وہ بشر ہے تو بشر کیسا ہے
جن کے تلووں نے رہ یار کی لذت لی ہے
پوچھئے ان سے مدینے کا سفر کیسا ہے
کیوں کرے خوف بھلا روز قیامت کا صبا
آپ جب شافع محشر ہیں تو ڈر کیسا ہے

اورغزل کارنگ بھی کم چونکادینے والانہیں،اسکے بھی کچھ متفرق اشعار دیکھئے......

ہے آج ہم پہ نزول ستم، تو ہنستے ہو
تمہارے سر پہ بھی ہے آسماں نہیں معلوم
شاید کہ میں اقدار وفا بھول چکا ہوں
چہرے پہ مرے گرد ملامت نہیں اب کے
بے حسی شہر کی کہتی ہے کہ ہنستے رہئے
آپ اشکوں کی یہ سوغات لئے پھرتے ہیں
شوق ہجرت نہیں مجبوریٔ قسمت کہئے
دربدر مجھ کو فسادات لئے پھرتے ہیں

میں نے قصیدہ کیوں لکھا :۔اگر یہ سوال میں خود سے بھی کروں تو شاید جواب نہ بن پڑے اور میں خود کو بھی مطمئن نہ کرسکوں بات ہی کچھ ایسی ہے۔اس صنف سے نہ میری دید وشنید نہ جان پہچان ،ادبی کتابوں کے دورانِ مطالعہ سودا ومیر ،ذوق ومومن ،غالب اور محسن کو پڑھتے ہوئے ان سے سرسری ملاقاتیں ہوئیں یہ بات الگ ......لیکن ذہن وفکر میں نہ ان کا پڑاؤ ہوا ،نہ ان کا خیمہ لگا ،بس یوں سمجھ لیجئے کہ '' آئے بھی وہ گئے بھی وہ'' جیسا معاملہ رہا۔میں تقریباً تیس سال سے ملک کے طول وعرض میں تبلیغ دین اور اشاعت مسلک اہل سنت کے سلسلے میں مختلف دینی اجتماعات کو خطاب کرنے کیلئے بلایا جاتا رہا ہوں اور بلا قید مشرق ومغرب ،جنوب وشمال ملک کے اکثر صوبے ،علاقے اور شہر میں مدعو کیا جاتا رہا۔اسی تعلق سے مغربی بنگال کے مشہور ادبی شہر کلکتہ میں بھی آتا جاتا رہا ،احباب کی محبتوں اور پرخلوص رفاقتوں سے نوازا جاتا رہا۔سن ۱۹۸۱ یا ۱۹۸۲ کی بات رہی ہوگی ایک مرتبہ میں بمبئی کے پروگرام سے واپس ہوا تو بذریعہ طیارہ کلکتہ پہونچا ،فینسی مارکٹ میں پروگرام تھا۔جناب سیٹھ صلاح الدین صاحب ہمارے داعی تھے ،پروگرام کے اختتام پر مخلص گرامی جناب ماسٹر نورالحسن اعظمی صاحب نے بہ اصرار مٹیا برج چلنے کے لئے کہا ،مجھے آمادہ ہونا ہی پڑا ،انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی ،ماسٹر اعظمی انتہائی خلیق ،علماؤ شعراء نواز ،جلسے ،مشاعرے اور قوالی کے بہت شوقین ،یوں کہئے کہ مرنجاں مرنج قسم کے آدمی ہیں۔تقریباً بیس سال سے میرے اور میرے دوست مولانا عبید اللہ خاں اعظمی سے بہت قریب رہے۔مولانا اعظمی کے وہ ملکی ہیں ان سے ہم وطن ہونے کے ناتے اور مجھ سے ہم سخن ہونے کے رشتے سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ انہیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے ،یہی وہ '' بزرگ چہ مہر'' ہیں جنہوں نے مجھے قصیدہ گوئی کی دشوار گزار راہ پر جبراً لا کھڑا کیا۔اسی سفر میں قلم کاغذ لیکر بیٹھ گئے اور بضد ہوئے کہ ایک قصیدہ لیکر ہی اٹھوں گا جیسے بھی ہو لکھنا ہے۔بہر حال قہرِ درویش بر جانِ درویش ۱۷۔۱۸ اشعار نکل آئے میں نے ان کے

حوالے کیا اور عافیت کی سانس لی۔ یہ قصیدہ انعامی محفل میں بہت پسند ہوا اور اوّل انعام کا مستحق قرار دیا گیا اکثر اشعار بار بار پڑھوائے گئے، اس پہلے قصیدے کا مطلع یوں تھا.............

شب دراز وہ کیا تھی کہ مختصر نہ ہوئی

گزر گئیں کئی صدیاں مگر سحر نہ ہوئی

اس قصیدے کی کامیابی کے بعد میری جان کے لالے پڑ گئے بہت سارے طالب قصیدہ پیشہ ور شاعروں کی طرح مجھ سے بھی فرمائش کرنے لگے میں اپنی عدیم الفرصتی اور اس صنف سے بے توجہی کے باعث طالبین سے دامن بچاتا رہا مگر کچھ لوگ بڑے جگر دار ہوتے ہیں وہ ہر سرد و گرم کو سہتے ہوئے کام لے کر ہی جان چھوڑتے ہیں انہی میں سے ایک ہمارے مرید مخلص جناب محفوظ عالم مرحوم بتی کل والے بھی تھے خدا انہیں غریق رحمت کرے، یہ بھی ماسٹر نور الحسن صاحب ہی جیسی شوقین طبیعت کے مالک تھے۔ دینی جلسے، مشاعرے اور محفل سماع کے رسیا تھے، علما و شعراء اور اہل علم وادب کو اپنی پلکوں پر بٹھاتے انکے جذبہ خدمت کو دیکھتے ہوئے انکی معاشی تنگی کا احساس تک نہ ہوتا تھا۔ ماسٹر نور الحسن صاحب اور محفوظ عالم میں خط فاصل یہ ہے کہ ماسٹر صاحب پڑھے لکھے آدمی ہیں اور کتنوں کے استاذ اور محفوظ میاں کا حال یہ بالکل ''انگوٹھا چھاپ'' مگر زبان دانی الفاظ کی ادائیگی اور تلفظ ایسا کہ پڑھے لکھوں کو پسینہ آجائے، قوت حافظہ تو خاص خدا کی دین کہیے۔ نعتوں، غزلوں، طویل نظموں، ہندی، پوربی اور بھاکھا زبان کے ہزاروں اشعار نوک زبان پر مجلسی گفتگو میں شعر کا برمحل استعمال یہ وہ خداداد صلاحیتیں تھیں اس بے پڑھے لکھے آدمی کی۔ جسکی حسن طلب کے آگے میں مجبور ہو جاتا تھا اور ہر حال میں قصیدہ لکھکر دینا ہی پڑتا تھا، اللہ تعالیٰ انہیں انکی نعت خوانی اور قصیدہ خوانی کے صلے میں جنت الفردوس عطا فرمائے۔ میری قصیدہ گوئی کے محرک یہی احباب بنے اور پھر چراغ سے چراغ جلتا گیا، بحمد اللہ اب تو ہر سو چراغاں ہے اور روشنیاں پھیلتی جارہی ہیں۔ میرا یہ قصیدہ

اہل علم وادب کو قصیدہ لگے گا بھی یا نہیں میں نہیں کہہ سکتا یہ صرف احباب کا اصرار، نعت گوئی کا وجدان ہے جس نے اشعار کا پیرہن لے لیا ہے۔

ٹمیا برج کا علاقہ اس اعتبار سے بڑا ہی خوش نصیب ہے کہ ہر سال عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر قصیدہ گوئی کی جگہ جگہ مجلسیں آراستہ کرتا ہے اور قصیدہ گوئی کے مٹے مٹے سے نقوش کو مدحت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ وروغن سے تازگی بخشتا ہے، علاقے کے نوجوان جوش وخروش سے حصہ لیتے ہیں اور اسی علاقے کے چند قصیدہ گو شعراء جنکے قصائد محفلوں میں پڑھے جاتے ہیں ان مجلسوں کے صدر بھی ہوتے ہیں اور خود ہی ''قاسم انعام'' بھی اور یہ بھی شاید رواداری ہی کی بات ہے کہ شعراء آپس میں ایک دوسرے کے کلام کا بھی خیال رکھتے ہیں اور انعام کا بھی۔ انعامات کے اس ''بندر بانٹ'' میں اجنبیوں کا داخلہ تقریباً ممنوع ہی قرار پاتا ہے وہ اجنبی بڑا خوش نصیب جس کا کلام علم وادب کے معیار پر کھرا اترا اور ''تھرڈ امپایر'' کی طرح کسی بیرونی علمی شخصیت نے اسکے قصیدے کو اوّل انعام کا مستحق قرار دے دیا۔ اور کبھی علاقے کے صاحبان علم وادب نے از خود اجنبی کے قصیدے کو ممتاز قرار دیتے ہوئے اسے بہترین انعام کیلئے منتخب کرلیا مگر یہ مواقع بار بار نہیں آتے اتفاقاً ایسا ہو جاتا ہے۔

بہر حال ٹمیا برج کے خوش عقیدہ نوجوانوں کی یہ دینی کاوشیں قابل قدر ہیں، خاص کر اس دور تنزلی اور انحطاط میں کہ ہر چہار جانب عشق وایمان کا خرمن پھونکنے والے ''دین فروش سفید پوش'' ہر چہار جانب حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں اور پڑھے لکھوں سے لیکر ان پڑھ تک ان کے ''دام ہم رنگ زمیں'' کے اسیر ہوتے چلے جا رہے ہیں، اور بقول اکبرؔ الٰہ آبادی......

کہاں کے ہندو کہاں کے مسلم بھلائیں سب نے وہ اگلی رسمیں

عقیدے سب کے ہیں تین تیرہ نہ بارہویں ہے نہ اشٹمی ہے

یہ تصویر کا وہ پہلا رخ ہے جس کی جتنی قدر کی جائے کم ہے لیکن دوسرا رخ قابل افسوس ہے کہ ہم جس انسانِ کامل کی مقدس ذات کی میلادِ مبارک کے سلسلے میں اتنے قلمی و علمی جوش و خروش دکھاتے ہیں اور مالِ کثیر خرچ کرتے ہیں ان کے اسوۂ حسنہ سے کچھ سبق نہیں لیتے اور ان کی تعلیم کو اپنی زندگی میں عام نہیں کرتے شاید یہی وجہ ہے کہ اس مقدس اور پاکیزہ موقع پر جس اہتمام کے ساتھ جشنِ میلاد النبی ﷺ میں بزمِ مقاصدہ کا انعقاد کرتے ہیں محض معمولی سی طمع اور لالچ کے عوض نعمت ثواب اور سرمایہ آخرت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ ہم کس پاکیزہ ماحول، ذمہ دارانہ فضا، دینی منصب اور نعتیہ محافل میں شریک ہیں اور ہمیں کس نیک نیتی کے ساتھ صدارت کی ذمہ داریوں کو نباہنا ہے۔ حقوق کی پامالی بہت بڑے خسارے کا سبب ہوتی ہے اور اس کے اثرات دین اور آخرت پر مرتب ہوتے ہیں، خواہ وہ حقوق علم و ادب کے بنتے ہوں یا مداح اور اس کے قلم کے۔ لہٰذا یہ مجلسیں نیک نیتی کی بنیاد پر قائم ہونی چاہئے، نہ علمی و ادبی استحصال ہو نہ ذہنی و فکری۔

میری قصیدہ گوئی یک نشستی اور قلم برداشتہ ہے اکثر قصائد پہ کبھی نظر ثانی کا موقع نہیں مل سکا۔ کبھی عرس کی ہمہ ہمی کبھی طبیعت کی ناسازی کبھی تبلیغی دورے کی بھاگ دوڑ اسی حالت میں طالبینِ قصائد کا ہجوم اور انکی خواہشات کا لحاظ رکھنا۔ ظاہر ہے جو اطمینان و سکون قصیدہ گوئی کے لئے چاہئے وہ کبھی میسر نہ آیا، پھر بھی قصیدہ لکھتا تھا اور لکھ ڈالا ادبی و فنی رعایت کا پاس و لحاظ قصیدہ میں رکھ سکا بھی یا نہیں یہ تو میں نہیں بتا سکتا اس کا فیصلہ تو اہل علم و ادب ہی کر سکتے ہیں، ہاں یہ احساس ہر لفظ کے نشست و برخواست کے ساتھ ذہن و فکر پر ضرور چھایا رہا کہ یہ شاعری نہیں مدحِ پیمبری ہے اور بقولِ عرفیؔ......

عرفیؔ مشتاب ایں رہِ نعت است نہ صحرا است
ہشیار کہ بر ہر دمِ تیغ است قدم را

قارئین کرام ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں جو کچھ بھی مجھ کم علم سے بن پڑا حاضر کر دیا بقول غالبؔ ...... ''جراحت تحفہ، الماس ارمغاں، داغ جگر ہدیہ'' کی صورت میں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ قصائد حاضر ہیں اور شرفِ قبولیت کے منتظر۔ ان کی جناب پاک علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات میں ایک مصرع بھی قبول ہو جائے تو اس سے بڑا زادِ آخرت اور کیا ہوگا؟ میری قصیدہ گوئی کا بہترین صلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ عاشقان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل ودماغ میں رچ بس جائے اور انہیں پاکیزہ قلوب اور صاف ستھرے اذہان کے وسیلے سے مجھ پیکر گناہ، روسیاہ خلق پر لطف وکرم کی کچھ چھینٹیں پڑ جائیں اور میری نجات کا ذریعہ بن جائے .... آمین

برگ تا حرف حرف، جلوۂ گل لفظ لفظ

حسنِ چمن زار ہے لوح، قلم، الکتاب

حمد باری تعالیٰ

سرمایہ گناہوں کا مرے پاس بہت ہے
یا رب مجھے اس بات کا احساس بہت ہے

محروم ہے توفیق اطاعت سے مرا دل
اس خانۂ ویراں میں افلاس بہت ہے

سچ ہے کہ ترے عفو کے قابل بھی نہیں ہوں
پھر بھی تری رحمت کی مجھے آس بہت ہے

ان خشک نگاہوں کو ہی پیمانہ بنادے
میں درد کا صحرا ہوں مری پیاس بہت ہے

یہ جان کے لایا ہوں محمدؐ کا وسیلہ
محبوب کی نسبت کا تجھے پاس بہت ہے

مہمیز لگاتا ہے جو ہر ایک خطا پر
ہے شکر ترا دل مرا حساس بہت ہے

اے میرے خدا، میرے خدا سن لے ضیاؔ کی
بے آب مناجات کا الماس بہت ہے

نعت پاک

پھوٹی حرا سے جیسے ہی اقرا کی روشنی
غیرت سے ماند پڑگئی دنیا کی روشنی

بکھری جہاں بھی ان کے کفِ پا کی روشنی
پھیلائے ہاتھ اتری ثریا کی روشنی

سایہ بھی ان کی راہ میں گم ہوکے رہ گیا
کیا موجِ نور تھی قدِ زیبا کی روشنی

شبنم کی بوند ٹھہری ہے برگِ گلاب پر
یا لب سے رونما ہوئی اوحیٰ کی روشنی

ان کے غبارِ خانہ کا کرتی رہی طواف
احرام باندھ کر یدبیضا کی روشنی

چشمِ گناہ گار بھی برسا گئی ہے پھول
جب یاد آئی گنبد خضرا کی روشنی

ہر دل کے واسطے ہے توہی شمعِ حیات
تجھ پہ فدا عریشِ خدیجہ کی روشنی

تاریک شب ہجومِ مناجات اور حضورؐ
پھیلی ہوئی ہے غار میں طٰہٰ کی روشنی



قصیدہ لکھنے لگا خامۂ بہار امشب
تمام کشتِ تخیل ہے سبزہ زار امشب

شگوفہ لفظ ، سبو جملہ ، لہجہ بوئے سمن
عروس نطق کی تہذیب مشکبار امشب

ہزار جلوے سمٹ آئے روشنائی میں
ہزار حسن کی بجلی بیک قطار امشب

قلم کے نور سے لوحِ ہنر جمال افزا
روش روش ہوئی خورشید در کنار امشب

خدا کا فضل کہ یہ حوصلہ ملا مجھ کو
میں خطِ خامہ کی صورت ہوں دلفگار امشب

وہ چیخ گونج رہی ہے شکستہ روحوں کی
جہان زار کی سنتا ہوں میں پکار امشب

فریب ، دجل ، دغا ، ظلم ، جور ، سفا کی
ہزاروں سال کے یکجا ہیں انتشار امشب

خلوص ، مہر ، محبت ، وفا ، کرم ، شفقت
کہاں سے لاؤں بتا دُرِ شاہوار امشب

وہاں کھڑا ہوں میں دنیا جہاں ہے کشتِ خطا
ہوس کی گنتی نہ ذلت کا کچھ شمار امشب

قدم قدم پہ نیا معرکہ نئے جھگڑے
ہیں گام گام نئے بت نئے شکار امشب

خدایا ! اب تو دعائے خلیل پوری ہو
ہے کائنات تری محوِ انتظار امشب

بھٹکتے قافلے گم ہیں تلاشِ منزل میں
کسی طرف سے تو آئے کوئی سوار امشب

مرے لبوں سے جو نکلا جلوس آہوں کا
تو سن کے ہلنے لگا عرشِ کردگار امشب

پکارتا ہے کوئی آج بار بار امشب
زمیں پہ آگیا رحمت کا تاجدار امشب

ہے آج آمدِ اسوارِ صاحبِ مازاغ
حبیب خاص کی میلادِ عطر بار امشب

یہ رقصِ حسن ، یہ محشر خرامی آہو کی
ستارے سورۃِ والفجر کے نثار امشب

شعاعِ نور یہ والشمس والضُّحٰی کی
دراز گیسوئے والّیل مشکبار امشب

گرا ہے پرچمِ سرخ و سیاہ خِفّت سے
اڑا ہے سبز علم نور کا ہزار امشب

جھٹک دیا ہے کسی شوخ حور نے دامن
کہ کوندَتی ہے فضاؤں میں ذوالفقار امشب

ہر ایک گھر میں جلاتے ہیں دیپ خوشیوں کے
غلام ، دُخت ، مسافر ، گناہگار امشب

زباں دراز ہیں گونگے تو گونگے اہلِ زباں
انا کے بت سبھی خاموش کالجار امشب

یہ خوشبوؤں کا گلستاں یہ زعفران زمیں
سپیدئِ سحرِ عشق پر نکھار امشب

برس رہا ہے سحابِ کرم ہر اک جانب
کوئی بہاتا ہے رحمت کا جوئبار امشب

محمدٌ عربیٌّ وَلَا مِثَالَ لَہٗ

سلام امتِ عاصی کا صد ہزار امشب

پڑھو درود بصد شوق اشتیاق عالم

کہ تم پہ خاص ہے یہ فضلِ کردگار امشب

پگھلا دے جو پتھر کا جگر کیا کہنا

سرکارِ دو عالم کی نظر کیا کہنا

انگشتِ مبارک کی یہ قوت اللہ

دو ٹکڑے فلک پر ہے قمر کیا کہنا



دور اُفق تک کہیں موہوم اجالا بھی نہیں
جلوۂ صبح نہیں شب کا دھندلکا بھی نہیں

ید بیضا بھی نہیں دست مسیحا بھی نہیں
یہ جہنم جو نہیں ہے تو یہ دنیا بھی نہیں

کاسۂ شب میں قمر آہ اگلتا ہے لہو
ظلم کا نام ہے سورج کہیں سایہ بھی نہیں

کون سی ہے وہ بدی جس نے نہیں پائی عروج
اور ستم اس پہ کہ سر شرم سے جھکتا بھی نہیں

تنگ کس درجہ ہوئی اہلِ مروّت پہ زمیں
یا خدا سینے میں اب جائے تمنا بھی نہیں

برہنہ جسموں سے کعبے کا طوافِ باطل
ہائے غیرت کہ عبادت کا سلیقہ بھی نہیں

ہر درِ وبام پہ آویزاں ہیں اشکوں کے چراغ
چاکِ دل چاکِ جگر ٹانکنے والا بھی نہیں

خونِ مظلوم سے گلنار ہے ہر کوچہ و دشت
لفظ ''انسان'' سے یاں کوئی شناسا بھی نہیں

فاختہ، قمری، کبک، ٹوٹ گئے سب کے منڈیر
کب سے وہ نغمۂ ہُو صحرا نے پایا بھی نہیں

حرم و دیر و کلیسا میں یہ سرگوشی ہے
اپنی تخلیق کا مقصد کوئی سمجھا بھی نہیں

تک رہی ہیں سوئے افلاک نگاہیں کتنی
منتظر جس کا زمانہ ہے وہ آیا بھی نہیں

قافلہ آہوں کا منزل پہ تھا لوٹا بھی نہیں
لو ہُویدا ہوا وہ نور کہ سایہ بھی نہیں

نورِ دل ، نورِ جہان ، نورِ حرم ، نورِ خدا
تیرا ثانی ترے خالق نے بنایا بھی نہیں

حُسن وہ حُسن کہ ہر دیکھنے والا کہدے
پیاس بھی دید کی ہے کوئی پیاسا بھی نہیں

ان کی کملی کی یہ وسعت ہے کہ سُبحان اللہ
چُھپ گیا سارا جہاں اور کوئی چُھوٹا بھی نہیں

وہ ہر اک پہلو سے بےمثل ہے لاثانی ہے
ایسا بچہ بھی نہیں ویسی حلیمہ بھی نہیں

میں غلام ابنِ غلام آپ رسولوں کے رسولؐ
لائقِ شان ضیاء کا یہ قصیدہ بھی نہیں



شبِ دراز

شبِ دراز وہ کیا تھی کہ مختصر نہ ہوئی
گذر گئیں کئی صدیاں مگر سحر نہ ہوئی

ہزاروں لب کے شگوفے تھے شاخ شاخ کھلے
دعا کی آنکھ تشکر سے پھر بھی تر نہ ہوئی

سیاہ ظلم کا سورج نہ ڈھلنے کو راضی
نویدِ صبح کسی طرح معتبر نہ ہوئی

انا کے سارے مہیب اژدہے اٹھائے پھن
دکانِ زہرِ ہوس بند اک پہر نہ ہوئی

چٹختے سینوں میں بکھری ہوئی ہزاروں پکار
ادھر وہ بے خبری کہ کوئی خبر نہ ہوئی

خطا سرشت بنی تھی گناہ عادت تھی
وہ کیا جہاں تھا جہاں شرم دیکھ کر نہ ہوئی

فضائیں سادھے ہوئے دم، ہوائیں چپ کی مریض
مرض ہزاروں جنہیں فکرِ چارہ گر نہ ہوئی

شباب ، شعر ، شرارے ، شراب ، کی یورش
قمیص کس کی جوانی کی ان سے تر نہ ہوئی

بہت سے روندے ہوئے پھولوں کی گھٹی سی صدا
جو احتجاج کے لہجے میں چیخ کر نہ ہوئی

تمام جھوٹے خداؤں کا عارضی قبضہ
فصیل کعبہ سے یہ بے حیائی سر نہ ہوئی

لرزتے رہ گئے مژگاں پہ نقرئی آنسو
تلاشِ سوزنِ سیمین و تارِ زر نہ ہوئی

کہاں کہاں مجھے روودادِ غم نہ کہنا پڑا
کہاں کہاں مری توہینِ بال و پر نہ ہوئی

ستم کی رات گئی ، پَو پھٹی ، اُجالا ہوا
بغیر ان کے جہاں میں کہیں سحر نہ ہوئی

نقیب بولا ، اٹھو ! آہ بے اثر نہ ہوئی
مسیحا آگیا اب تک تمہیں خبر نہ ہوئی

وہ انتظار کہ جس پر ہزاروں آنکھ نثار
خدا کا شکر دعا اپنی دربدر نہ ہوئی

تمہارے بھوکے شکم پر کروڑوں بار سلام
ہوس کی تیغ غلاموں پہ کارگر نہ ہوئی

سلام ان پہ جو صادق ، امین کہلائے
کسی کو جرأتِ کذب ان کی ذات پر نہ ہوئی

جلال و رعب کا عالم کہ قیصری کانپے
مجالِ دیدنی شاہوں کو یک نظر نہ ہوئی

وہ ایسی رحمتِ بے انتہا کہ جس کے حضورؐ
اسیر آہو کو بھی فکرِ دادگر نہ ہوئی

تمام لہجہ مروت تمام جملہ خلوص
تری حدیث میں کیفیتِ شرر نہ ہوئی

ہے اس کی آل کے زمرے میں اشتیاقِ عالم
بہشت جس کے مکاں سے بلندتر نہ ہوئی

دور ہوتی شبِ ہجراں کیسے
دیکھتے صبحِ بہاراں کیسے
اُنکے قدموں کی یہ برکت کہیئے
ملتا اللہ سے انساں کیسے



خوشبو

ہے جھکی شاخِ قلم آتی ہے فن کی خوشبو
سجدۂ عشق میں ہے روئے سخن کی خوشبو

زعفرانی ہوا جاتا ہے ورق کاغذ کا
پا کے آغوش میں لفظوں کے بدن کی خوشبو

فکر کی چاندنی دہلیز پہ در آئی ہے
چاند کا پھول لٹاتا ہے کرن کی خوشبو

غم کا لوبان سلگتا ہے تخیل میں کہیں
آج پھر تازہ ہوئی زخمِ کہن کی خوشبو

کتنا بے کیف ہے انساں کا مشامِ ہستی
لے اڑا دستِ خزاں سارے چمن کی خوشبو

عشق ، اعمال ، عقیدے کی روش ہے ویراں
ظلم کے دشت سے آتی ہے کفن کی خوشبو

ریت کا ڈھیر کسی دخترِ زندہ کی لحد
نہ عروسی کے ترانے نہ دلہن کی خوشبو

قتلِ تہذیب و تمدن پہ یہ ہنگامِ خوشی
بوئے احساس کہاں ، کھو گئی من کی خوشبو

آدمیت کا کہیں نام و نشاں تک بھی نہیں
قحطِ انساں پہ ہنسی سوختہ تن کی خوشبو

مرگِ انسانیتِ دہر نے گھبرا کے کہا
میرے مالک مجھے لوٹا دے چمن کی خوشبو

چوب پڑنے لگی نقارۂ شب پر آخر
مژدہ دیتی چلی شب گیر سخن کی خوشبو

جاتی ہے سوئے زمیں جانِ چمن کی خوشبو
چھا گئی سب پہ محمد ﷺ کے بدن کی خوشبو

قلزمِ نور میں کیا حسن کے بجرے نکلے
سیر کرنے کو چلی شاہِ زمن کی خوشبو

رف رفِ نور پہ آیا ہے وہ محبوبِ ﷺ خدا
آیتِ نطقِ کرم جس کے دہن کی خوشبو

سلکِ دندانِ گہر بار کے واری جائے
شوخیِ دُرِ عدن ، مشکِ ختن کی خوشبو

اس کفِ گل پہ تمناؤں کی تتلی کا ہجوم
جسکی دھوون سے ہے پھولوں کے بدن کی خوشبو

نور چھنتا ہے جو بوسیدہ قباؤں سے کبھی
آتی ہے صبحِ تصوف کے وطن کی خوشبو

چادرِ فقر میں احسان کے الماس ٹکے
وہ قبا لینے چلی ویسؓ قرن کی خوشبو

عشق کو تاج ملا اِنَّا فَتَحْنَا کا جہاں
قَدْ خُلِیْ جَنَّتِیْ کہنے لگی من کی خوشبو

بابِ اکرام کھلا آج اَلَمْ نَشْرَحْ کا
وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ہے بدن کی خوشبو

دفترِ معرفتِ حق ہوا پتّا پتّا
چشمِ مازاغ تھی کیا تیری کرن کی خوشبو

کیا مَلا جسم پہ آقا کا پسینہ لے کر
بس گئی نسل میں اس روحِ چمن کی خوشبو

صدق ، اخلاص ، وفا ، عدل ، مروت ، رحمت
بانٹتی پھرتی ہے اس خاکِ وطن کی خوشبو

موت کو کس نے عطا کر دیا ہستی کا لباس
زندگی بھیک میں مانگے ہے کفن کی خوشبو

جانِ ایمان ہے تقدیسِ علیؑ و زہراؑ
روحِ اسلام حسینؑ اور حسنؑ کی خوشبو

بارہویں شب ترے قربان تمامی عالم
تو نے پھیلائی ہے رحمت کے چمن کی خوشبو

شکر کے سجدے کرو دشت عرب کے بھائی
ماں کی آغوش میں رقصاں ہے بہن کی خوشبو

کوئی پہنچادے محمدﷺ کی مشامِ جاں تک
میرے زخموں کی چبھن ، رنج و محن کی خوشبو

میں کہاں اور کہاں جامۂ اوصافِ نبیﷺ
مجھ کو شرمندہ نہ کر اے مرے فن کی خوشبو

کیا مجھے تابِ سخن رحمت عالم ﷺ کے حضور
کیا ضیاؔ نذر کروں عطرِ سخن کی خوشبو



زباں خاموش، دل بیتاب، گریاں چشم تر ہوگی
انہی اشک ندامت سے مناجاتِ نظر ہوگی
معافی مانگتا رہتا ہوں نعتوں کے وسیلے سے
مجھے امید ہے مقبول یہ آہِ سحر ہوگی



محل

سفید موتیوں والے یہ عظمتوں کے محل
ہیں آسماں کی بلندی پہ رفعتوں کے محل

گلاب و مشک ِگلابہ، جواہرات کی خِشت
بنے زمانے میں کیا کیا نزاکتوں کے محل

زمین پھول ، چھتیں آئینہ ، منار گہر
زمُرّدیں در و دیوار ، نکہتوں کے محل

یہ زر نگار ، دل آویز ، مرمریں ایواں
بلند و بالا فصیلوں میں جدّتوں کے محل

تراشِ سبزہ ، شکر نہر ، چشمے ، فوّارے
حصارِ نور میں شفاف ندرتوں کے محل

انہیں کو دیکھ کے میرے بھی دل میں شوق ہوا
مرصّع میں بھی کروں تیری مدحتوں کے محل

صنوبرانِ سر و قد پہ جب نگاہ پڑی
تو دیکھا تیرے قدم میں ہیں شوکتوں کے محل

یہیں پہ ٹوٹ گیا حوصلہ مرے فن کا
یہیں پہ چور ہوئے فکری نخوتوں کے محل

ہزار کاوشیں کرلیں مرے علوم و فنون
تری ثنا سے ہیں عاجز کتابتوں کے محل

خدا مدیح ہو جسکا وہ خود محمدﷺ ہو
بنیں گے کس سے بھلا ان کی مدحتوں کے محل

وہ نور پاش فضا تھی شبِ ولادت کی
اتر رہے تھے زمیں پر شہادتوں کے محل

شکوہِ ہیبتِ ایماں سے تھرتھراتے تھے
جہاں کے جھوٹے خدا، آہنی بتوں کے محل

زبان گنگ شہنشاہِ کرّ و فر کی ہوئی
نویدِ نور سے یخ بستہ ہمتوں کے محل

سَماوَہ خشک دہن، موج ریز تھی سَاوَہ
جگہ جگہ پہ نمایاں تھے برکتوں کے محل

خزاں کے بعد نسیم سحر کا جلوا ہے
کُھلے ہیں صدیوں پہ امروز شفقتوں کے محل

اندھیرے ہوگئے ساری جہالتوں کے محل
حضور آئے ہیں روشن ہیں رحمتوں کے محل

عریشِ آمنہؓ قربان تیری قسمت پر
نبوتوں کے منارے رسالتوں کے محل

وہ اک تبسمِ معصوم کی کرن جس نے
زمیں پہ ڈھیر کیے ساری ظلمتوں کے محل

شعور و فہم میں ، ادراک میں گھلی خوشبو
بدل گئے ہیں گلستاں میں نفرتوں کے محل

زمانے بھر کا شہنشاہ ، جو کی روٹی غذا
جھکے اسی کے قدم پر امارتوں کے محل

سلام کرتے ہیں اس کے فقیرِ کوچہ کو
گذشتگانِ امم ساری امتوں کے محل

سلام کشورِ عالم کے تاج دار سلام
نثار آپ ﷺ پہ میری محبتوں کے محل

ضیاء غلام تمہارا ، تمہاری آل کا فرد !
بچائے رکھنا کریما ! یہ نسبتوں کے محل

پیراہن گل

رنگ ، خوشبو ، تازگی ، پیراہنِ گُل سا لکھوں
آمدِ فصلِ بہاراں تجھ کو میں کیا کیا لکھوں

تیرے نقشِ پا کو میں تشبیہ دوں کس چیز سے
پھول ، شبنم ، چاند یا اڈا ہوا دریا لکھوں

ایک اک لمحے پہ جیسے سبز منظر کا ہجوم
آنکھ کی ٹھنڈک کہوں یا گنبدِ خضریٰ لکھوں

عہدِ ماضی کی طرف مڑ کر کبھی دیکھوں اگر
دورِ رفتہ کو مسلسل ظلم کا صحرا لکھوں

پہلے میں یکجا تو کرلوں کل جہاں کی ظلمتیں
تب کہیں کچھ واقعہ دورِ جہالت کا لکھوں

موسمِ گل کی حکایت آج پڑھنی ہے مجھے
تذکرہ دورِ خزاں کا کیوں عبث اتنا لکھوں

جل اٹھے ہیں دیپ خوشیوں کے ہزاروں بام پر
جگمگاتی رات کس کے حسن کا صدقہ لکھوں

ذرّہَ بے نام بھی اوجِ ثریا تک گیا
تیرے دامن کی ہواؤں کا اسے جھونکا لکھوں

جی میں آیا آنے والی ذات کا خطبہ پڑھوں
مشورہ دل نے دیا مطلع میں یہ ٹکڑا لکھوں

زینتِ یٰسیں لکھوں ، زیبائشِ طٰہٰ لکھوں
صاحبِ معراج، سبحان الذی اسریٰ لکھوں

آمنہؓ کے گھر کا ہر ذرّہ چراغِ طور ہے
نازِ سدرہ ، فخرِ قبلہ ، رونقِ کعبہ لکھوں

دردِ امت کا رفیقِ زندگی بن کر رہا
کم ہے اس شانِ کرم پر جو لکھوں جتنا لکھوں

امر بالمعروف تیرے مسکرانے کا ہے نام
الاماں ! نہیِ عن المنکر ترا غصہ لکھوں

تیری انگشتِ مبارک کے تعارف کے لئے
چاند شق ہونا لکھوں ، اشجار کا جھکنا لکھوں

سر بسجدہ ہوگئے کعبہ کے بت کہتے ہوئے
وہ تو تھے جھوٹے خدا ، تجھ کو نبی سچا لکھوں

یا رسولِ ہاشمی میلادِ رحمت کے طفیل
وہ نظر فرمایئے کہ خود کو میں اُجلا لکھوں

عالمِ اسلام پر چھائی ہے پھر کالی گھٹا
مُنتظر آنکھوں کا تیری سمت ہی اُٹھنا لکھوں

چند جھونکے پھر مری فصلِ خزاں پر یا نبی ﷺ
تیری رحمت کو تیرے حسنینؓ کا صدقہ لکھوں

اک ضیاءِ روسیہ کیا سارے منکوں پر نظر
سارے دامن کا ترے دربار سے رشتہ لکھوں

توفیقِ الٰہی میں اسے کہتا ہوں
نعتوں کے حوالے سے جو کچھ لکھتا ہوں
رستے کا میں پتھر ہوں مگر ان کا کرم
گوہر کہا جاتا ہوں جدھر رہتا ہوں



بُلندیوں کی طرف وہ مجھے اچھال گیا
اُسی کا ذکر مری عاقبت سنبھال گیا

ہر ایک لفظِ ثنا پر ثواب ملتا ہے
یہ کون کر کے ہمیں اتنا مالا مال گیا

اندھیرا چھوڑ کے خود روشنی میں آبیٹھے
وہ کیسی بات تھی جو سب کے دل میں ڈال گیا

گناہ گار کا دل عرش بن گیا کیسے
جب اس کو دیکھا، خدا کی طرف خیال گیا

ہزاروں ظلم کے بدلے دعا سے کام لیا
بس ایک حُسنِ تبسّم میں سب کو ٹال گیا

وہ آنکھیں جن میں کہ آنسو بھی خشک ملتے تھے
اُنہی سے جھومتے ساون کی رُت نکال گیا

ذرا یہ حوصلہ دیکھو تو ایک دوشِ یتیم
اکیلا بارِ دوعالم وہی سنبھال گیا

کچھ اس طرح وہ خدائی کے ساتھ ساتھ رہا
کہ جسم و روح کی تاریکیاں نکال گیا

زمیں پہ آج وہ محبوبِ ذوالجلال گیا
جو رحمتوں کی رِدا ہر بشر پہ ڈال گیا

جمالِ حسن یہ بارہ ربیع الاوّل کا
شرابِ نور سلگتے لبوں پہ ڈھال گیا

یتیم ، بیوہ ، تہی دست ، مفلس و کمزور
درِ رسولؐ کا ٹکڑا سبھی کو پال گیا

سنواری نظمِ دو عالم کتابِ سیرت نے
بنا کے اہل نظر صاحبِ کمال گیا

خدا کی ذات سے بندوں کا رشتہ جوڑ دیا
جدھر بھی راہ نما آمنہؓ کا لال گیا

ہر ایک حرفِ تسلّی پہ دل مچل اُٹھا
جب اُن کے در پہ کوئی غم زدہ نڈھال گیا

مِرے رسول ﷺ مِرے پیشوا سلامُ علیک
نثار اسمِ گرامی پہ ہر بلالؓ گیا

درود بھیج ضیاءؔ اس پہ صد ہزار درود
ترے گناہ جو اپنے کرم پہ ڈال گیا

رنگ محبت

جس کو مدّاحیِ سرور کے ہنر آتے ہیں
دست بوسی کو ستارے بھی اتر آتے ہیں

سوکھی شاخیں جو قلم ہیں تو کرم ہے ورنہ
اس عمل کے لئے جبریلؑ کے پَر آتے ہیں

روشنائی کے لئے خونِ جگر خرچ کرو
شعر بھی رنگِ محبت سے نکھر آتے ہیں

چل کے خود آتی ہے وارفتہ قصیدے کی زمیں
ہاتھ باندھے ہوئے لفظوں کے گہر آتے ہیں

سہل الفاظ میں بھی شیشہ گری کرتا ہوں
نہیں آسان جو آسان نظر آتے ہیں

موتیاں تہہ سے سمندر کی اٹھانے کا عمل
مہربانی سے تری یہ بھی ہنر آتے ہیں

تم بھی آجاؤ رقیبانِ ادب تیغ لئے
ہم بھی ہاتھوں میں لئے سبز شجر آتے ہیں

جب بھی آجاتا ہے ہونٹوں پہ ترے دشت کا نام
شکر کے آنسو مری آنکھوں میں بھر آتے ہیں

جن قبائل نے لڑی جنگ کئی نسلوں تک
وہی افراد بنے شیر و شکر آتے ہیں

علم و حکمت کے گلہ دار بصیرت کے غریب
بے عمل قوم کے سردار نظر آتے ہیں

فتنہ گر ، حاسد و اوباش ، مظالم پیشہ
تیغ کے زور پہ جو چاہیں وہ کر آتے ہیں

نہ کہیں عدل نہ انصاف نہ غیرت نہ حیا
سارے الزام تو کمزوروں کے سر آتے ہیں

شرک سے، کفر سے، ظلمت سے بھری ہے دنیا
دیکھئے کب تک ابابیل ادھر آتے ہیں

اف نہ کر تنگ زمیں، رحم سے مایوس نہ ہو
چل ذرا ہو کے ہم اللہ کے گھر آتے ہیں

بدلیاں گھر گئیں آثار نظر آتے ہیں
مرحبا ختمِ رُسل ﷺ وقت سحر آتے ہیں

قافلے نور کے ہر سمت نظر آتے ہیں
حُسنِ کل ختمِ رُسل ﷺ خیرِ بشر آتے ہیں

وہ نبی ﷺ جن کی مروّت سے زمانے کو سکوں
لئے ہونٹوں پہ دعا کے گلِ تر آتے ہیں

وہ نبی ﷺ جن کی حیا پر ہیں فرشتے قرباں

ستر پوشی میں بھی ممتاز نظر آتے ہیں

وہ نبی ﷺ آتے ہی پیشانی جو سجدے میں رکھیں

بہرِ امت وہی بادیدۂ تر آتے ہیں

وہ نبی ﷺ جن کی زیارت کو ملائک اُتریں

بہرِ دیدار رُسل ﷺ آپ کے گھر آتے ہیں

مریمؑ و آسیہؑ موجود ہیں خدمت کے لئے

پاس گہوارے کے جبریلؑ نظر آتے ہیں

دستِ طفلی جدھر اٹھ جائے ادھر چاند پھرے

سر جھکانے کہیں خود چل کے شجر آتے ہیں

سر بسر معجزہ ، ہر آن ، ہر اک پل جن کا

روز مصروف ، ہدایت میں نظر آتے ہیں

ایسے محبوبِ خدا پر ہوں ہزاروں صلوات
جن کی طاعت کے لئے شمس و قمر آتے ہیں

صبر، ایثار، کرم، فاقہ، رضا، خودداری
ایسے انعام تو سادات کے گھر آتے ہیں

ان کے گھر کو بھی سلام، آلِ پیمبر کو سلام
اپنے بچّے جو فدا دین پہ کر آتے ہیں

اے ضیاءؔ اپنا یہی کچھ تو ہے سامانِ نجات
نعت کی شکل میں جو شعر نظر آتے ہیں

بوجہل کی مٹھی میں تھا کنکر لیکن
سلطانِ رسالت ﷺ پہ نظر رکھتا تھا
پھر علمِ نبی ﷺ پر تمہیں حیرت کیوں ہے
جب غیب کی پتھر بھی خبر رکھتا تھا



لکھنا ہے برگِ گل پہ قصیدہ گلاب کا
خوشبو ہے روشنائی ، سفینہ گلاب کا

لاؤں کہاں سے مانگ کے لہجہ گلاب کا
بادِ صبا ادھر کوئی جھونکا گلاب کا

یہ نازکی ، یہ تازگی ، یہ رنگ ، یہ مہک
ہر شعر گویا پھول ہے صدقہ گلاب کا

شیرینیِ حیات سے تر ذہن و گوش و لب
جب عندلیب پڑھتا ہے شجرہ گلاب کا

اعجازِ فن ہے یا کہ کمالِ سخنوری
بہتا ہے لفظ لفظ سے دریا گلاب کا

طبعِ رسا کی دیکھئے یہ گل فشانیاں
اک ایک پتا وجد میں جھوما گلاب کا

شاخوں نے بڑھ کے بوسے مرے نطق کے لئے
میری زباں پہ نام جو آیا گلاب کا

بکھرائے نور وجد میں جب شہپرِ قلم
دل پہ مرے بھی آپڑے چھینٹا گلاب کا

سوداؔ و مصحفیؔ کے قصائد بہت بلند
پھر بھی نہ چھوسکا کوئی تنکا گلاب کا

ہے ماورائے عقل و خرد ذہن و ہوش و گوش
منزل کجا یہ پہلا ہے زینہ گلاب کا

دشتِ جفا ، ہجومِ خزاں ، ظلمِ بے کراں
پھیکا پڑا نہ رنگ کسی جا گلاب کا

خونِ جگر نچوڑ کے سینے پہ ریگ کے
ہر ہر قدم پہ پھول لگایا گلاب کا

خوشبو ، سکون ، نرم روی ، تاب و تازگی
پہنچا ہے کائنات میں شہرہ گلاب کا

روزِ ازل سے ایک ہی اسمِ شریف پر
قدسی چھڑک رہے ہیں ہدایا گلاب کا

مضموں گریز کا جونہی میں سوچنے لگا
طبعِ رسا میں مطلع یہ گونجا گلاب کا

الحمد آیا وہ شہہِ یکتا گلاب کا
بانٹا ہے جس نے نبیوں کو صدقہ گلاب کا

ریگِ عرب میں پھوٹا وہ چشمہ گلاب کا
ہے قطرہ قطرہ غیرتِ دریا گلاب کا

تختِ رواں زمین پہ اترا گلاب کا
خدمت میں شاہِ حُسن کے تحفہ گلاب کا

قائم ہے دشت و صحرا میں خوشبو کی سلطنت
عالم میں آج گڑ گیا جھنڈا گلاب کا

توڑا ہے پتیوں نے ہر اک تیشے کا غرور
پتھر کے دل میں ڈال کے رخنہ گلاب کا

پرویز ، خسرو ، قیصر و کسریٰ ہوا ہوئے
اتنا تھا تیز آخری جھونکا گلاب کا

اللہ رے خار زارِ جہالت کے درمیاں
ہے شاخِ سبز لایا مسیحا گلاب کا

پوچھا گیا کہ جان یا ایمان ہے عزیز
بولے بلالؓ چھو کے کفِ پا گلاب کا

اک جنبشِ نظر پہ دو عالم کروں نثار
سب کچھ لٹے، نہ ٹوٹے یہ رشتہ گلاب کا

میں کیا مری حدیثِ محبت کی کیا بساط
قرآن میں ہے اسوۂ حسنہ گلاب کا

قدرت نے رنگ بھر دیۓ نقشِ جمیل میں
نقشہ نہیں کسی کا ہے جیسا گلاب کا

شہرِ سخن میں بھیڑ تو اونچے سروں کی ہے
ملتا ہے کون دیکھیں شناسا گلاب کا

بس التفاتِ نورِ مجسّم رہے ضیاؔ
میں ہار پھول چاہوں نہ تمغہ گلاب کا



جھلملاتے ہیں جو پلکوں پہ مسرت کے چراغ
کعبۂ دل میں جلے ہیں ابھی مدحت کے چراغ

نوکِ خامہ سے رواں شربتی لفظوں کی لویں
غوطہ زن نور کے چشموں پہ ہیں صنعت کے چراغ

جادۂ فکر پہ دو رویہ معانی کے شجر
بامِ احساس پہ آویزاں عقیدت کے چراغ

مجھ سے قطرے کی کہاں تاب لکھے مدح وثنا
کیوں نہ گل ہوں دلِ شاعر تری ہمت کے چراغ

اس کے الطاف و عنایات کی تو بات الگ
رخ پہ طوفان کے جل جاتے ہیں عظمت کے چراغ

شکرِ ایزد مرے اشعار نہ گمراہ ہوئے
منبرِ فکر پہ رکھتا ہوں ہدایت کے چراغ

اُف سیہ دور وہ سورج بھی سیاہی کا غلام
کہیں قندیلِ مروّت نہ محبت کے چراغ

ہر طرف لشکرِ شب مار رہا تھا شب خون
قتل ہوتے ہوئے ہر سمت صداقت کے چراغ

روح کا زخمی پرندہ یہ صدا دینے لگا
یا خدا اب تو جلا ختمِ رسالت ﷺ کے چراغ

یک بیک جل اٹھے نبیوں کی بشارت کے چراغ
وہ نبی ﷺ آج لئے آگئے رحمت کے چراغ

کس کی آمد نے درِ ذہن پہ دستک دی ہے
کس کی ہیبت سے ہیں چپ شہرِ جہالت کے چراغ

ایک اُمّی لقبی اور زباں کا یہ اثر
پڑ گئے ماند کُل ایوانِ فصاحت کے چراغ

خوشبوئے لمس نے بھی کام کیا تیشے کا
سنگ پہ نقشِ قدم ہے کہ عنایت کے چراغ

سب کے سب جاگ اٹھے موجِ نفس سے تیری
خُلق کے، علم کے، ایمان کے، حکمت کے چراغ

قاسمِ نور بھی تو نورؐ علیٰ نور بھی تو
سر بپا نورِ خدا ہیں تری فطرت کے چراغ

کربلا نے کہا ناموسِ پیمبرؐ کی قسم
آندھیوں میں بھی ہیں روشن تری عترت کے چراغ

اس گنہگار ضیا کو بھی کریں یاد حضورؐ
حشر میں آپ جلائیں جو شفاعت کے چراغ

جلوہ نمائی

صبح کی جلوہ نمائی دیکھئے
رات بھی ایمان لائی دیکھئے

پھر نئی تمہید پائی دیکھئے
عمر کی ساری کمائی دیکھئے

قافئے ہیں تنگ ذوقؔ و میرؔ کے
کس کی ہے مدحت سرائی دیکھئے

میکدہ بردوش ہے ساری فضا
ہر طرف مستی سی چھائی دیکھئے

سارے لفظوں کو پسینہ آگیا
جوں ہی ان کی بات آئی دیکھئے

ہے سخن گفتن چہ مشکل کا مقام
سر بہ خم خسروؔ ، سنائیؔ دیکھئے

ہوش کے ناخن لیں سحبانِ جہاں
یہ ہے بزم مصطفائی ﷺ دیکھئے

غیرتِ حق سن نہ پائی "راعِنا"
تھام لی بڑھ کر کلائی دیکھئے

جب خدا نے آپ کی تعریف کی
تیس پارے میں سمائی دیکھئے

ہم تو طفلِ مکتب بے مایہ ہیں
کیا کریں اپنی بڑائی دیکھئے

گر خدا کا فضل ہو تو کچھ کہیں
ورنہ ناممکن ہے بھائی دیکھئے

رخ سے چلمن کیا اٹھائی دیکھئے
نور میں دنیا نہائی دیکھئے

منہ کے بل اوندھے ہیں سب جھوٹے خدا
کس نے یہ درگت بنائی دیکھئے

وہ جھکے سجدے میں رب کے سامنے
ان کے قدموں پہ خدائی دیکھئے

ایک چادر اور یکجا کُل حریف
آپ کی عقدہ کشائی دیکھئے

سب نے ان کے در پہ جا کر دی صدا
''نور'' کی خیرات پائی دیکھئے

اونٹ بھی ان کی نبوت کا گواہ
ہرنی بھی فریاد لائی دیکھئے

کنکروں کو بخش دی پل میں زباں
واہ چشمِ کیمیائی دیکھیے

راہ زن کعبے کے ہادی بن گئے
یہ ہے شانِ رہنمائی دیکھیے

فاتحِ کونین کی یہ تخت ہے
ایک ٹوٹی سی چٹائی دیکھیے

ان کی عظمت پر بہتر فرد نے
شان سے گردن کٹائی دیکھیے

ایسی قربانی کا یہ دنیا جواب
تا قیامت دے نہ پائی دیکھیے

آلِ پاکِ مصطفٰے ﷺ کے خون سے
تشنگی کس نے بجھائی دیکھیے

بر یزیدی لعنۃُ اللہ علیہ
کیسی ذلّت ہاتھ آئی دیکھئے

مدحِ سلطانِ مدینہ اور ضیاؔء
اُو کجا و تو کجائی دیکھئے

دور ہوتا شبِ ہجراں کا اندھیرا کیسے
خاک میں ملتا نحوست کا وہ ڈیرا کیسے
کیسے آتی دلِ بیمار کے منہ پر رونق
وہ نہ آتے تو یہاں ہوتا سویرا کیسے



قلم ہے بادباں کاغذ مرا سفینہ ہے
اسی پہ سات سمندر بھی پار کرنا ہے

قدم اٹھاتے ہی میں نے پڑھا ہے بسم اللہ
بھنور سے، موج سے، طوفاں سے کیسا ڈرنا ہے

مرے گناہوں کا پشتارہ میری گردن پر
اسی کے ساتھ رہِ پُر خطر پہ چلنا ہے

ہر ایک سمت ہے موسم غبار آلودہ
شبِ سیاہ سے تنہا مجھے گذرنا ہے

سنا ہے ناؤ تو کاغذ کی ڈوب جاتی ہے
مگر یہ ناؤ مری نوحؑ کا سفینہ ہے

پریشاں زادِ سفر کو ہوا تو دل نے کہا
فقط مَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبیٰ یاد رکھنا ہے

زمانہ میرے ارادوں پہ ہنس رہا ہے مگر
ہنسے، زمانے سے کیا مجھ کو لینا دینا ہے

مجھے یقیں ہے تری مہربانیوں کی قسم
ہوا کے دوش پہ بھی یہ چراغ جلنا ہے

میں تیرے اشک کو گوہر فشاں بنادوں گا
اے میری آنکھ! تجھے ساری رات جگنا ہے

قبولِ حسن جو ہوجائے رَتجگا میرا
شبانِ قدر سے افضل یہ رات جگنا ہے

سخن وری یہ نہیں پُل صراط کا ہے سفر
سلامتی سے قلم تجھ کو اب گذرنا ہے

میں روشنی کا بیاں بعد میں کروں گا ابھی
سیاہیوں کا مجھے ذکر پہلے کرنا ہے
بغیر اس کے یہ اندازہ ہو نہیں سکتا
کہ صبح نور کا احسان ہم پہ کتنا ہے

تمام رات سلگنا تو دن میں جلنا ہے
یہ آگ وہ ہے کہ پتھر کو بھی پگھلنا ہے
جکڑ رہی ہے غلامی کی آہنی زنجیر
یہاں تو بندوں کو بندوں کے آگے جھکنا ہے

خطا کی دھوم ، گناہوں کا راج ہر جانب
ابھی تو اور سیاہی کو آگے بڑھنا ہے
دبے غریب ہیں ظالم کا ہاتھ ہے اونچا
ہنسی اوڑائیں گے فریاد کس سے کرنا ہے

کسی کی آبرو ، عصمت یہاں نہیں محفوظ
جوانی تجھ کو کسی دن شکار ہونا ہے

جو ایک پانی کے چشمہ پہ برسوں جنگ کرے
امید رحم کی بے کار اس سے کرنا ہے

چلو ! کوئی نہ سہی ، ہے مرا خدا باقی
اسی سے اپنی تباہی کا حال کہنا ہے

خُدایا میرے خدا رحم کردے بندوں پر
ستم کی آگ میں اب کتنا اور جھلسنا ہے

شکستہ دل کی دعا کام آگئی آخر
حریمِ کعبہ بنا رشک طور سینا ہے

عریشِ آمنہؓ دیکھو جو چشمِ بینا ہے
یہاں تو عرش سے اترا ہوا مدینہ ہے

بشر ہے وہ جو دعائے خلیل کا مظہر
حضور جس کے درِ کعبہ کو بھی جھکنا ہے

نوشت و خواند سے عاری رسول ﷺ امّی لقب
مگر علوم کا مخزن اسی کا سینہ ہے

وہی ہے روحِ روانِ حیاتِ انسانی
اسی پہ ختم نبوت کا باب ہونا ہے

وہ آنسوؤں سے بجھاتا ہے آگ دوزخ کی
اسی کے نام سے آباد خلد ہونا ہے

وہ مسکرائے تو مل جائے گمشدہ سوئی
کہ سیلِ نورِ کرم اس کا مسکرانا ہے

یتیم و مفلس و نادار اس کے پروانے
اسی کی شمعِ وفا پر نثار دنیا ہے

تڑپتے دل کا سکوں بے قرار جاں کا قرار
اسی کے عشق سے چاکِ جگر بھی سینا ہے
قبولِ بزمِ نبوت جو ایک مصرع ہو
ضیاؔء نجات کا ضامن ترا سفینہ ہے

کیا ملے گا تمہیں مومن کی دل آزاری سے
فائدے آج اٹھا لو میری لاچاری سے
تجھ کو معلوم ہے نخوت کے فلک بوس محل
راکھ ہو جاتے ہیں خاموش سی چنگاری سے

ابرِ مشکبار

چھلکاؤ جام آج کا موسم ہے خوشگوار
ساغر بدوش پھرنے لگا ابرِ مشکبار
گھونگٹ اٹھا رہی ہیں ہوائیں بھی بار بار
نسرین و نسترن کی قبائیں ہیں لالہ زار

سر فخر سے بلند ہے شاہِ بلوط کا
لہرا رہی ہے زلف کو رقاصۂ بہار
پھرتی ہے مستِ ناز صبا بھی اِدھر اُدھر
شاخوں پہ نغمہ زن ہوئے طاؤس اور ہزار

کلیوں کے زرد چہرے پہ رونق جو آ گئی
حیرت سے آنکھ پھاڑے ہوئے دیکھتے ہیں خار

ظلم وستم کی دھوپ سے تپتی تھی کل جو ریگ
پھوٹی ہے اس کی کوکھ سے رحمت کی جوئبار

آواز دیتی پھرتی ہے موجِ نسیم بھی
آئیں کہاں ہیں؟ پیاس کے مارے وہ بادہ خوار

ہر سمت ایک ولولۂ شوق ہے جواں
ہر سو مچا ہے کیسا یہ ہنگامۂ بہار

کیا بات ہے کہ آج یہ دنیا بدل گئی
اک دوسرے سے پوچھتے ہیں سب یہ بار بار

اتنے میں آئی سوئے زمیں عرش سے ندا
اے ساکنانِ دہر خبردار ، ہوشیار

صدقہ لٹا رہا ہے زمانے پہ کردگار
تشریف لا رہے ہیں رسولوں کے تاجدار ﷺ

آئینے میں غبار تو ہو سکتا ہے مگر
کردارِ مصطفیٰ ﷺ میں نہیں نام کو غبار

ہے عمر کی قسم تو زمانہ کی ہے کہیں
وہ بھی قسم ہے ایسی جو سوگندِ کردگار

ایسا رسول ﷺ آخری اُمت نے پائی ہے
جس کے قدم کی دھول ہیں دنیا کے تاجدار

دنیا کے کرّ و فر سے کوئی کام ہی نہ تھا
بستر بنایا خاک کو ایسے تھے خاکسار

شفقت ، کرم ، عطا میں کوئی ہے جواب دو
دنیا میں یوں تو اہلِ سخاوت ہیں بے شمار

اک ذرّۂ قدم کے بھی لائق کوئی نہیں
تم چھان ڈالو سارے زمانے کو بار بار

تلوے لہو لہان مگر لب پہ ہے دعا
احسان کائناتِ پہ ہیں ان کے بے شمار

دونوں جہاں میں رکھنا مری آبرو حضور ﷺ
فریاد بارگاہ میں کرتا ہے شرمسار

ڈوبا ہوا گناہ میں ہے یہ ضیاؔ مگر
بس آپ ہی کی سمت ہے چشمِ گناہگار

سات وہ اعلیٰ قصائد بامِ کعبہ پر رکھا
ایک مدت جس نے اہلِ علم کو ششدر رکھا
نخوتِ علم و ادب پر پھر گیا پانی وہیں
جب نبیؐ نے بالمقابل سورۂ کوثر رکھا

دستِ ہنر

دستِ ہنر میں ہے قلم لب پہ خدا کا نام ہے
نعت کے پل صراط پر مستِ مئے خرام ہے

جائے ادب ہے جوشِ دل، ہوش کا یہ مقام ہے
صرف یہ شاعری نہیں مدحِ شہہ انام ہے

تابشِ حسنِ یار سے چہرا بھی لالہ فام ہے
لوح پہ خط کھچے ہیں یا میرے لہو کا جام ہے

ندرتِ فکر سے مری موسم گل بھی وجد میں
تاروں کی انجمن میں بھی رقص کا اہتمام ہے

سائیہ زلف کی قسم اس کے کرم سے فیض سے
مصرعٔ مرا ہے برگِ گل شعر چھلکتا جام ہے

شیشہ انا سے ہے تہی کیسا غرورِ آگہی
عقلِ سلیم مقتدی عشق مرا امام ہے

سعدیؔ و قدسیؔ انوریؔ ، حافظؔ وخسروؔ دم بخود
خیرہ نگاہِ فکر ہے کس کا بلند بام ہے

میرے سخن کی تاب کیا گرد کو ان کی پا سکے
زیر و زبر کا فرق بھی جن کے لئے حرام ہے

دل کو بہت امید ہے ان کی جنابِ پاک سے
شعر کی ڈالیاں لئے در پہ کھڑا غلام ہے

بوند پئے بہک اٹھے قطرہ ملے چھلک اٹھے
رند وہ کوئی رند ہے جام وہ کوئی جام ہے

خالقِ کائنات کا یہ بھی عجب نظام ہے
کفر کی تیرگی تلے نور کا اژدہام ہے

کفر برائے ذکر ہے شرک برائے نام ہے

اُمّی لقب کا معجزہ دیکھئے گام گام ہے

عارضِ نور کا ترے صبحِ ظہور نام ہے

گیسوئے عنبریں ترا رنگِ بہارِ شام ہے

میکدہَ حیات میں جو بھی چھلکتا جام ہے

صدقہ تری نگاہ کا تیرا ہی فیضِ عام ہے

تجھ سے جو دور ہوگئی اصل میں ہے خزاں وہی

دھول ہے تیری راہ کی جس کا بہار نام ہے

حبش کے اک بلالؓ کو کیسا عروج دے دیا

پیچھے کھڑے ہیں اغنیا آگے کھڑا غلام ہے

یہ بھی تو انکے عشق کی جلوہ گری عجیب ہے

خلد میں پہلے شاہ سے پہنچا ہوا غلام ہے

عشق کی بو رسول ﷺ نے پائی ہے خاکِ ہند سے
عظمتِ قولِ مصطفےٰ ﷺ تجھ کو مرا سلام ہے

حبِ وطن ہے خون میں مسلم بے زبان کی
خاکِ وطن سے پوچھ اس قوم کا کیا مقام ہے

ہم پہ وہ کر رہے ہیں شک جنکو نہیں ہے کوئی حق
نام پہ جن کے خود لکھا سینکڑوں قتلِ عام ہے

ساقی نگاہِ رحم کر سونے پڑے ہیں میکدے
جام و سبو تہی تہی رند بھی تشنہ کام ہے

تیری شرابِ نور نے جس کو بنایا سرفروش
آج وہ ملتِ حنیف زندہ برائے نام ہے

رونقِ بندگی نہیں لذّتِ زندگی نہیں
غفلت شعار صبح ہے نفس شکار شام ہے

قومِ خزاں رسیدہ کو پھر سے تو سبزہ زار کر
بھٹکے ہوئے کو راہ پر لانا ترا ہی کام ہے

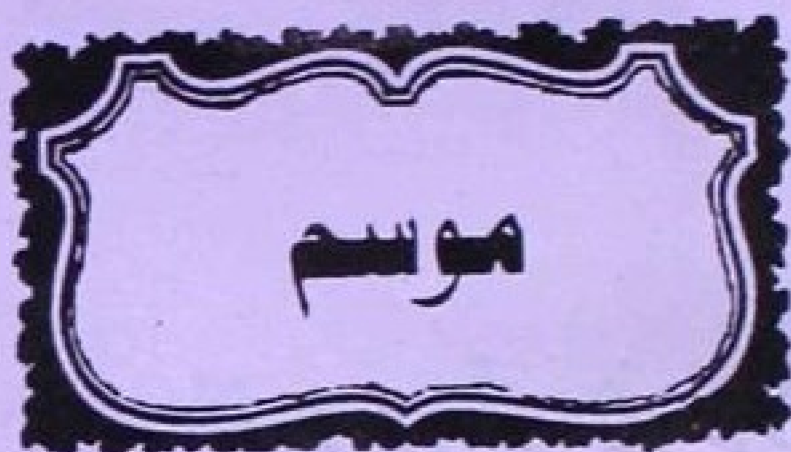
خالی عمل سے ہو گئی آہ یہ مجلسِ عمل
صرف زباں پہ قیل وقال بزم میں ''قاف'' لام ہے

رب کا کلام ،اہلبیت ، زیست کے دو اصول ہیں
''دین'' اسی کا نام ہے''دنیا'' اسی کا نام ہے

دینِ نبی ﷺ کی آبرو صرف امام پاک ہیں
کوئی امیرِ کوفہ ہے کوئی امیرِ شام ہے

بارِ الٰہ تجھ کو ہے تیرے نبی ﷺ کا واسطہ
بھر دے ہماری جھولیاں تیرا کرم تو عام ہے

آلِ رسول کے طفیل کرلے ضیاءؔ کو تو قبول
بارگہہ رسول ﷺ کا ادنیٰ سا یہ غلام ہے



پھول کا ، رنگ کا ، خوشبو کا ، صبا کا موسم
تکتا ہے سوئے فلک رحم کا پیاسا موسم

مدتوں چھایا رہا ذہن پہ کالا موسم
بحرِ ظلمات کے سائے میں تھا گویا موسم

جس نے کی شب میں کبھی دن کی تمنا موسم
چھین لی وقت نے اس شخص کی دنیا موسم

ہچکیاں لیتی یہ رُت ، اشک بہاتا موسم
دل بہت اُوب گیا ، کاش بدلتا موسم

دستِ مفلس کی طرح ذہن ہے سونا موسم
دُرِّ نایابِ نجف ہاتھ پہ رکھ جا موسم

تیغ کی دھار پہ مجھ کو بھی ہے چلنا موسم
خیر سے گزرے سفر شہر ثنا کا موسم

سوندھی خوشبو سی ابھی کچّی زمیں سے پھوٹے
آبِ صنعت کا پڑے اس پہ جو چھینٹا موسم

اس قصیدے کے لئے بخشی گئی یہ تشبیہ
دودھ سے اجلا کہیں شہد سے میٹھا موسم

مڑ گیا خامہ مرا آتشی تاریخ کی سمت
جس طرف دیکھو اُدھر حشر ہے برپا موسم

خوف و دہشت کی فضا جبر و تشدد کا سماں
ہو بہو آج کے گجرات کا نقشہ موسم

پتے پتے پہ جمی دھول سیہ کاری کی
کب سے ہے توڑے ہوئے شاخ سے رشتہ موسم

فاختہ ،کبکِ دری ، قمری و مرغابی ، ہزار
سب مناجات میں تھے ، چاندنی ، سبزہ موسم

یک بیک ارض و سماوات کا بدلا موسم
آگیا لے کے محمدﷺ کا وسیلا موسم

سبزہ ، گل ، ابر ، قمر ، چاندنی ، دریا ، موسم
حسنِ دل ، حسنِ نظر ، نور سراپا موسم

دفعتاً قصرِ سلاطین لرز اُٹھے تمام
شور برپا ہوا آیا ہے یہ کیسا موسم

نہرِ ساوہ و سماوہ کی بدل دی تاریخ
پڑھ رہے ہیں در و دیوار بھی خطبہ موسم

بُت گرے ، کفر مٹا ، شرک کی نخوت ٹوٹی
کس قدر تیز ہواؤں کا تھا جھونکا موسم

انگلیوں سے تری انوار کے چشمے پھوٹے
تجھ سا آیا ہی نہیں کوئی مسیحا موسم

ناز کرتا ہے جہاں تیری ثنا خوانی پر
سارا قرآن تری مدح و ثنا کا موسم

دشت طائف میں جلائے ہیں ہدایت کے چراغ
اُس نے طوفاں میں بھی بدلا نہیں رستا موسم

رَف رَفِ نور تری تیز روی پر ہے دلیل
اور بلندی پہ ہے شاہد شبِ اسریٰ موسم

اس پہ بھی تو نے سوالی کو نہ محروم کیا
گھر میں تھا تین دنوں سے ترے فاقہ موسم

عرش پہ جانا ترا ہے بڑی عظمت کی دلیل
اور اس سے بھی فزوں قرب دنیٰ کا موسم

نعت کی شکل میں بھی شیشہ گری کرتا رہوں
یوں ہی تابندہ رہے فکرِ ضیاؔ کا موسم



جنابِ عائشہؓ اور رویتِ باری کی منکر ہوں
یہ سن کر ڈوب جاتا ہوں میں اکثر فرطِ حیرت میں
خطائے اجتہادی میں یہ فکر احتیاطی تھی
کہیں حدِّ تعین محو ہو جائے نہ امّت میں

چاندنی

خامہ سے پھر چھٹک پڑی حمد وثنا کی چاندنی
فضلِ خدا پہ سجدہ کر، شکر خدا کی چاندنی

لب پہ درود جم گیا، ذہن پہ چھا گیا سلام
فکرِ سخن تو رقص کر دیکھ عطا کی چاندنی

جامِ شرابِ نور لا، بزمِ طرب میں ساقیا
تشنہ لبی سے چور ہے ساری فضا کی چاندنی

میرے ہزارِ عشق تو نغمۂ دردِ شوق چھیڑ
مستِ رباب کر مجھے میری نوا کی چاندنی

سن کی بارگاہ کا مدح سرا بنا مجھے
ایک قصیدہ مجھ سے بھی سن لے حرا کی چاندنی

روحِ سخن کی خیر ہو ، بزمِ سخن پہ چھا گئی
نخوت علم و آگہی، کبر و انا کی چاندنی

درد سے ہر بشر نڈھال، غم سے ہر آدمی ملول
دھول سی بن کے اڑ گئی شرم و حیا کی چاندنی

ظلمت شب عروج پر ، ظلم وستم کمال پر
چاند بجھا ، شفق بجھی ، روئی وفا کی چاندنی

ریگ سلگ اٹھی تمام ، قہر کی کالی دھوپ سے
کر گئی شب جہنمی آئی بلا کی چاندنی

رات سیاہ ، دل سیہ ، فکر سیہ ، عمل سیاہ
اُف ری سیاہیوں کا دور اُف ری خطا کی چاندنی

سارے گناہ آگئے ، ذہن پہ سب کے چھا گئے
روند رہی ہے زندگی ، حرص و ہوا کی چاندنی

کعبۂ نامراد کی چیخ نہ کوئی سن سکا
کس کو سنائے حالِ دل صحنِ صفا کی چاندنی

یہ بھی مگر درست ہے ظلمتِ شب سدا نہیں
رات کو صبح کرتی ہے چھُپ کے حیا کی چاندنی

جاگو اے خفتگانِ شب آؤ ستارگانِ شب
جاتی ہے سوئے بندگاں حسنِ خدا کی چاندنی

خیرہ ہے چشمِ دو جہاں صلِّ علیٰ کی چاندنی
سب کو تو مات دے گئی بدر الدّجیٰ کی چاندنی

تیرا وُرودِ پاک ہے چشمۂ قلزمِ حیات
تیرا وجود پاک ہے نورِ خدا کی چاندنی

چہرۂ ضو فشاں ترا شرحِ جمالِ والضحیٰ
حسنِ خدا نما ترا شانِ خدا کی چاندنی

سیرت پاک ہے تری، حق کی کھلی ہوئی کتاب
تیری حیات سے ملی درسِ وفا کی چاندنی

علمِ لدُن کا تو امیں خاتمِ دورِ مرسلیںؑ
زخم کو پھول کر گئی تیری دعا کی چاندنی

فقر تری ردا بنی ، نانِ جویں غذا بنی
تجھ پہ نثار ہو گئی صبر و رضا کی چاندنی

تیری پیمبری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
ظلمت دل کو نور کی تو نے عطا کی چاندنی

تیرے صحابہ ہو گئے تیرے عمل کے ترجماں
رشک نجوم آسماں ، تیری ادا کی چاندنی

جس نے لہو سے سینچ کر زندہ کیا ہے دین کو
آلِ نبی ﷺ وہ پنجتن دین خدا کی چاندنی

صدقے میں تیری آل کے زہرؓ کے نونہال کے
سب کو نہال کر گئی آلِ عبا کی چاندنی

خاتمِ مرسلاںﷺ درود، راحتِ دو جہاںﷺ سلام
پیش کروں مجال کیا، تجھ کو ثنا کی چاندنی

آقا ضیائےؔ خوار کو مدح سرائی کے طفیل
خاکِ قدم بنایئے، یا کفِ پا کی چاندنی

سمجھاؤں میں اک رازِ محبت کی زباں میں
عرفانِ خدا مجھ کو ہوا کوئے بتاں میں
سایہ قدِ موزوں کا نہ پڑتا ہو زمیں پر
ایسا بھی کوئی آدمی دیکھا ہے جہاں میں

برگ حنا

لفظ ، سیاہی ، خامہ ، کاغذ ، سب کا مقدر چمکاؤ
باغِ ثنا کے تازہ پھولو ! شاخِ قلم پر آجاؤ

حمد کی شاخِ سدرہ سے اک سبز سا پتا لے آؤ
عرشِ فکر کے سرخ پرندو ! تھوڑی ہمت دکھلاؤ

میں بھی قصیدے کی زلفوں میں شانۂ مشکیں کرتا ہوں
شبنمِ نور کا تو بھی زمیں پر آسماں کر دے چھڑکاؤ

نور کے خیمے تن گئے ہر سو ، قالینیں سبزوں کی بچھیں
حور و ملک سب آہی چکے ہیں اہل زمیں تم بھی آؤ

رقصِ صبا ہے ، موجِ گل ہے ، چاند کی اوڑھی شب نے ردا
ہر جانب ہے نور کا عالم ، تختِ ثنا جا لے آؤ

فاختہ ، قمری ، طوطی ، عق عق ، شاہین و درّاج ، ہزار
شاخِ حرم پر نغمہ سراہیں ، شاعرو تم بھی آجاؤ
برگِ حنا پر میں نہیں لکھتا ، ان کی حکایت ان کی ثنا
دل کا سفینہ ، درد کا خامہ ، خونِ جگر جا کر لاؤ
حسنِ ادب کی رخشاں کرنو ! وصف کے لہجو تیز چلو
ظلمت ذہن پہ شب خوں مارو ، کالی رات پہ چھا جاؤ
ایک قصیدہ گو نے انکی مدح میں ایسا مطلع کہا
موجِ قدم دریا کے ٹھہرے بولی ہوا بھیُ رک جاؤ
سارے حجابِ نور ہٹاؤ ، خلوت سے باہر آؤ
خاتمِ مرسل بن کے محمد ﷺ سارے جہاں پر چھا جاؤ
خلوتِ خاص سے نور چلا ہے، رف رفِ رحمت پر ہے نشست
حکمِ خدا جبریل کو آیا ، نور میں سب کو نہلاؤ

روئے زمیں کو عنبر ساماں ، اے شہہ والا تم نے کیا
آؤ کبھی اس گھر سے بھی گزرو ، میرا بھی آنگن مہکاؤ

زرد شجر احساس کا میرے سبز لباسی مانگے ہے
شاخِ برہنہ ڈھونڈ رہی ہے گیسوؤں والے آ جاؤ

ایک نظر اس گل کو دیکھو ، اک آیت قرآں کی پڑھو
فرق ہے کچھ بھی ان دونوں میں اہلِ نظر یہ بتلاؤ

اس کے تبسم کے چشموں نے ، تم کو ارم کا رنگ دیا
ناز کرو قسمت پر اپنی جلتے جھلتے صحراؤ

وقت کے غارِ ثور میں جب بھی ، آ کر ٹھہرے آلِ نبی ﷺ
مثلِ کبوتر پہرہ دو تم ، مکڑی بن کر تن جاؤ

حسن میں یکتا ، ذات میں تنہا ، خلق میں اتنا لاثانی
سارے جہاں میں ایک بشر بھی آپ ﷺ کے جیسا دکھلاؤ

ان کی خوشی اور ان کی رضا کا، تم کو اگر ہے کچھ بھی خیال
ان کا اسوۂ حسنہ تم بھی چاہنے والو اپناؤ

جان ہے زخمی ، روح شکستہ ، دل ہے جو غم سے مرجھایا
یادِ نبی ﷺ کی شبنم چھڑکو ، ذکر سے دل کو بہلاؤ

بھیڑ ہے اک عالم کی در پر ، کیسے چارہ ساز ہیں وہ ﷺ
چاروں طرف سے آتی صدا ہے ، میرے مسائل سلجھاؤ

کوسوں دور کھڑا یہ مجرم ، خاطیؔ ضیاؔ بھی چھپ جائے
دور تک اتنی رحمتِ عالم ﷺ ، اپنی چادر پھیلاؤ



مثالی رنگ

اک قصیدہ تو بھی لکھ، اے دلِ مثالی رنگ میں
گھول دے اپنے لہو کی، شوخ لالی رنگ میں

سب سے چوکھا، سب سے اچھا رنگ ہے اللہ کا
صِبْغَةَ اللهِ وَمَنْ اَحْسَنُ ،کمالی رنگ میں

یا خدا تیری ثنا میں ، ایسا ہوجاؤں فنا
جیسے ہوتی ہے حنا کی ، پائمالی رنگ میں

مختلف رنگوں سے پَل میں بھر گئی یہ کائنات
اے مصوّر تو نے وہ کیا چیز ڈالی رنگ میں

رات میں کیسا کھنکتا ہے کٹورا چاند کا
دن کو کیسی لگتی ہے سورج کی تھالی رنگ میں

جلوۂ کثرت میں بھی ہے راز وحدت کا عیاں
آشکارا حسنِ قدرت ہے مثالی رنگ میں

کیسا دور آیا زمیں پر شامِ تنہائی بتا
ہر طرف ہنگامۂ شب ، لااُبالی رنگ میں

مسکراہٹ چھن گئی ، دنیا کے چہرے سے تمام
ہر نظر ویران ، ہر صورت ملالی رنگ میں

اُف شبِ غم کا اندھیرا ، وہ بھی صدیوں پر محیط
رہ گئی تھی ڈوب کر ، دنیا زوالی رنگ میں

ہر شبِ غم کی مگر ، آخر تو ہوتی ہے سحر
انقلاب آنا تھا آیا ، ذوالجلالی رنگ میں

کھو گیا شہر بتاں تو کس خیالی رنگ میں
نور اترا ہے خدا کا بے مثالی رنگ میں

شمعِ نورِ الٰہی ، آمنہؓ بی بی کے گھر
ہے فروزاں دیکھئے کتنے کمالی رنگ میں

عرش والے دیتے ہیں اہلِ زمیں کو تہنیت
ہو مبارک یہ سحر، فرّخ خصالی رنگ میں

تتلیاں لپٹی ہوئی ہیں ، شاخِ طوبیٰ سے تمام
پڑھتی ہیں صلِّ علیٰ ، شکر مقالی رنگ میں

اس کی چشمِ ناز کی ، مستی کا یہ فیضان ہے
پتا پتا ، بوٹا بوٹا ، ڈالی ڈالی رنگ میں

جلوۂ خورشید کی تابش بھی شرمانے لگی
اوڑھ کر نکلے جو وہ ﷺ کملی بلالی رنگ میں

اسوۂ حسنہ جسے کہتے ہیں سیرت ہے وہی
جا بجا قرآن کی سورۃ جمالی رنگ میں

وہ شبِ ہجراں جو تھی، صدیوں سے محرومِ وصال
آج ہے فضلِ خدا سے خود وصالی رنگ میں

اے شہنشاہِ رُسل ﷺ چشمِ توجہ کیجئے
مانگتے ہیں بھیک شاہا، ہم سوالی رنگ میں

یہ ضیائے شاہبازی در کا پشتینی غلام
نذر کرنے لایا ہے نعتوں کی ڈالی رنگ میں

بھیگے ہیں آبِ نور میں گیسو حضور ﷺ کے
قطرے طواف کرتے ہیں رخسارِ نور کے
اللہ ری نگاہِ محمد ﷺ کی تابشیں
ساغر چھلک رہے ہیں شرابِ طہور کے

سرخ مشعلیں

یا رب وہ شعر میرے قلم سے اتار دے
مجھ ظلمتی کا دونوں جہاں جو سنوار دے

ہم آہوانِ دشتِ سخن کو برائے مشک
حسان کی نعال سے گرد و غبار دے

بامِ افق پہ جلنے لگیں سرخ مشعلیں
سطحِ نمودِ ذہن کبھی سبزہ زار دے

جوشِ بیاں میں یوں تو سمندر کا شور ہے
ان کی تہوں سے کوئی دُرِ شاہوار دے

محرابِ فکر میں ہیں کھڑے بے زباں حروف
تو اپنی بات انکے دہن میں اتار دے

مشاطگیِ زلفِ سحر کر رہا ہوں میں
مجھ کو قلم بھی دے تو تہجد گزار دے

اک رو سیاہِ خلق سے خدمت یہ لی گئی
اللہ ایسا موقع مجھے بار بار دے

طئے ہو گئے خیالوں میں صدیوں کے فاصلے
ہر سو دکھائی منظرِ ناخوشگوار دے

شب تیرہ ، روز تار ، سیہ صبح ، زرد شام
کون عہدِ بے قرار کو آخر قرار دے

کیا دورِ ظلم و جہل و تعدی ہے الاماں
خود باپ اپنے ہاتھوں سے بیٹی کو مار دے

انسانیت پکار اٹھی رحم اے خدا
اس دھوپ میں کوئی شجرِ سایہ دار دے

فرشِ زمیں پہ نور کی بوندیں بکھر پڑیں
ایسی جو کائنات کا چہرہ نکھار دے

لو آمنہؓ کی گود میں اترا خدا کا نور
اللہ ایسی صبح پہ کونین وار دے

تمثیل اس کی کیا کوئی موجِ بہار دے
اللہ جس کے مدح میں قرآں اتار دے

موجِ خرامِ ناز کی یہ گل تراشیاں
صحرائے خار زار کو حسنِ بہار دے

ساقیِ صحنِ کعبہ کا اعجاز مرحبا
اک بوند میں ہزاروں سمندر اتار دے

زلفِ سیہ غرور گھٹاؤں کا توڑ جائے
تابِ نظر جیالوں کا پانی اتار دے

جلتے بدن پہ سایۂ گل اسکی رحمتیں
بھیگی نظر کو لطف کی وہ جوئبار دے

گٹھری اٹھائی تونے ضعیفہ کی مرحبا
میرے بھی سر سے بارِ گنہ تو اتار دے

مجھ سے گناہ گار کی اوقات کچھ نہیں
لیکن اگر تو چاہے تو عقبیٰ سنوار دے

چھلکا دے ایک بار شرابِ محمدی ﷺ
پیمانۂ نظر کا تو صدقہ اتار دے

تر دامنی ہماری فزوں از قیاس ہے
کیا کیا حساب یہ نگہہِ اشک بار دے

چھلکے مرے ہراک بُنِ مُو سے ترا ہی عشق
وہ مستئ حیات دے کیفِ خمار دے

میں دھول بن کے پڑ رہوں طیبہ کی راہ میں
بکھرا دے یہ وجود وہ گرد و غبار دے

سر پہ ضیاءؔ کے رکھ دے اے شاہنشہِ رُسل ﷺ
پیزار پائے ناز سے اپنے اتار دے

پلکوں پہ شامِ غم میں آنسو بکھر رہے ہیں
یا برگِ شاخِ گُل پر جگنو اُتر رہے ہیں
شمع نظر جلائے تاریک غار میں وہ
رو رو کے اپنی اُمت کو یاد کر رہے ہیں



آسماں در آسماں پھیلا ہے منظر صبح کا
قامتِ شب سے بڑھا قدِ صنوبر صبح کا

کیسا خالق نے بنایا نقش پیکر صبح کا
بوسے لینا چاہتا ہے شاہِ خاور صبح کا

تن گیا افلاک پر کیا خیمۂ اطلس نگار
نور بخشِ زندگی ہے سرخ جھالر صبح کا

مشتری، ناہید، انجم، کہکشاں، پرویں، زحل
دم بخود ہیں دیکھ کر روشن مقدر صبح کا

ہو گئی میرے قصیدے کی فضا بھی تابناک
ذہن میں آیا جونہی لفظِ منور صبح کا

اک تہی دستِ ہنر نغمہ سرا ہونے کو ہے
لا اُٹھا کر اے صبا محراب و منبر صبح کا

سامعینِ بزمِ اقدس باادب ہشیار باش
حسنِ مضموں کھولتا ہے بحرِ دفتر صبح کا

اہلِ دل ، اہلِ نظر ، اہلِ ادب ، اہلِ ہنر
چن رہے ہیں کس سلیقے سے گلِ تر صبح کا

کچھ رقیبانِ ادب ہیں صف میں پنجوں پر کھڑے
ملگجا شب کا کہیں ہوتا ہے ہمسر صبح کا

خاص یہ فضلِ خدا ہے اے حریفانِ سخن
نظم کا مطلع اگر بن جائے اختر صبح کا

یہ ثنا ، یہ مدح ، یہ سیرت نگاری اے نصیب
جس کے ہاتھ آئے یہ دولت وہ سکندر صبح کا

بارہویں شب نے دکھایا کیسا تیور صبح کا
گونج اٹھا نعرۂ اللہ اکبر صبح کا

مرحبا لو وہ کھلا گیسوئے عنبر صبح کا
خوشبوؤں کا ڈھیر لے آیا پیمبر ﷺ صبح کا

صد سلامی دیدنی ہے آج منظر صبح کا
سینۂ ظلمت میں ہے پیوست خنجر صبح کا

شکر کے آنسو سے روشن ہو گئی چشمِ خلیلؑ
ارضِ مکہ پر برستا ہے وہ گوہر صبح کا

مژدۂ عیسیٰؑ مبارک وہ گھڑی آ ہی گئی
کیف آور ذکر رہتا تھا جو لب پر صبح کا

خُلق کی تابش، کرم کی فجر، رحمت کی نسیم
غیرتِ حسنِ دو عالم ہے یہ زیور صبح کا

زلف مشکیں لیلتہ الاسریٰ کے دعوے پر دلیل
روئے روشن والضحیٰ یعنی پیمبر صبح کا

ناصیہ والفجر کا مہرِ درخشانِ ثبوت
اس کا عارض ہے کہ روشن خطِ احمر صبح کا

خار زارِ تیرگی میں کھا کے پتھر ظلم کے
کون صدقہ بانٹنے آیا ہے گھر گھر صبح کا

شعبِ بی طالب کے اندر بھوک تھی یا صبر تھا
وہ اندھیروں میں بھی تھا کس درجہ خوگر صبح کا

ہو شبِ ہجرت کہ صبحِ فتحِ مکّہ ہر جگہ
اس کی رحمت نے اچھالا ہے سمندر صبح کا

جلوۂ یا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کی یاد میں
پی رہے ہیں سب فرشتے پاؤں دھو کر صبح کا

دیکھتے ہی شور اٹھا شہرِ مدینہ میں تمام
حُلّۂِ رحمت میں نکلا مہرِ انور صبح کا

شانِ صدیقؓ و عمرؓ یہ رتبۂ عثماں غنیؓ
عکسِ خلقِ مصطفیٰ ﷺ حسنِ منور صبح کا

قوتِ دینِ نبی ﷺ مولا علیؓ شیرِ خدا
یعنی وہ حیدرؓ جو کھولے بابِ خیبر صبح کا

ان کی آلِ پاکؓ کی شامِ غریباں کے نثار
ہو گیا جن کے لہو سے رنگِ محشر صبح کا

الصلوٰۃ والسلام اے ساری دنیا کے رسول ﷺ
آپ کی آمد نے بخشا سبز منظر صبح کا

یہ ضیائےؔ بے اماں پائے اگر جاں کی اماں
اک قصیدہ روز لائے شب میں کہہ کر صبح کا

خاکِ پائے حضرتِ قنبرؓ ضیائے اشک ریز
حاضرِ خدمت ہے آقا تحفہ لے کر صبح کا



چہرہ ہے آفتاب تو شوخیِ لب گلاب ہے
ساغرِ چشمِ نور میں منظرِ ماہتاب ہے
نجد و حجاز کیا کہ وہ عالمِ حسن میں تمام
حاصلِ انتخاب ہے، کامل ولاجواب ہے

محراب بندگی

شفق ، ستارے ، گھٹائیں ، جگنو ، صبا ، کرن کو بلا بلا کر
یہ کون خیرات دے رہا ہے قدم سے کس کے لگا لگا کر

حروف ، الفاظ اور معانی ،خطوط ، خامہ ، سیاہی ، کاغذ
کھڑے ہیں محرابِ بندگی میں خود آج سر کو جھکا جھکا کر

تمام تمثیل استعارے تمام تشبیہ پا برہنہ
طواف کیوں کر رہے ہیں میرا قلم کو لب سے لگا لگا کر

صبا مؤدب ، فضا مؤدب ، ہے شب مؤدب ، سحر مؤدب
حریمِ فطرت کو تک رہی ہیں نظر کی شمعیں جلا جلا کر

پھوہاریں گرتی ہیں برکتوں کی ٹپک رہی ہے گلوں سے شبنم
دعائیں موسم کو دے رہے ہیں شجر بھی سر کو اٹھا اٹھا کر

یہاں ہیں قدآورِ سخن بھی ادیب، شاعر، کچھ اہلِ فن بھی
قصائد اپنے ہی سن رہے ہیں صفوں میں پنجے اٹھا اٹھا کر

ضرور ذکرِ جمیل بھی وہ کسی بلند آستاں کا ہوگا
جبھی تو قدسی بھی لا رہے ہیں چراغِ رحمت جلا جلا کر

وہ دور بھی کیسا دور ہوگا خدا کے گھر میں خدا کے بندے
خدا کی پوجا جو کر رہے تھے نئے خدا خود بنا بنا کر

حیا، مروت، نہ شرم و غیرت، نہ آدمیت، نہ پارسائی
بہت ہی خوش تھے وہ بیٹیوں کو زمیں میں زندہ دبا دبا کر

قدیم تہذیب مٹ چکی تھی پرانی قدریں بدل چکی تھیں
کچھ آدمی ان میں جی رہے تھے خزاں سے دامن بچا بچا کر

قریش میں پاک نسلِ ہاشم گھرانہ وہ عبدِ مُطّلب کا
تواضع کرتا تھا میہماں کی جو آبِ زمزم پلا پلا کر

خدا کو رحم آگیا زمیں پر قریش کے خانۂ حسیں پر
فرشتے اعلان کر رہے تھے فلک پہ ڈنکے بجا بجا کر

ہزاروں پردے میں جس کو رکھا خدا نے اب تک چھپا چھپا کر
زمیں پہ وہ نور اتر پڑا ہے حجابِ ظلمت ہٹا ہٹا کر

چلو ضعیفو ! گناہ گارو ! یتیمو ! مسکینو ! بے سہارو !
یہی دلائیں گے تختِ عزت زمیں سے تم کو اٹھا اٹھا کر

خوشا وہ حسنِ ملیح ان کا زمانہ حیرت سے دیکھتا ہے
کبھی نگاہیں اٹھا اٹھا کر کبھی نگاہیں جھکا جھکا کر

عجب ہے خلقِ عظیم ان کا زہے یہ لطفِ عمیم ان کا
مرے گناہوں کو دھو رہے ہیں حضور ﷺ آنسو بہا بہا کر

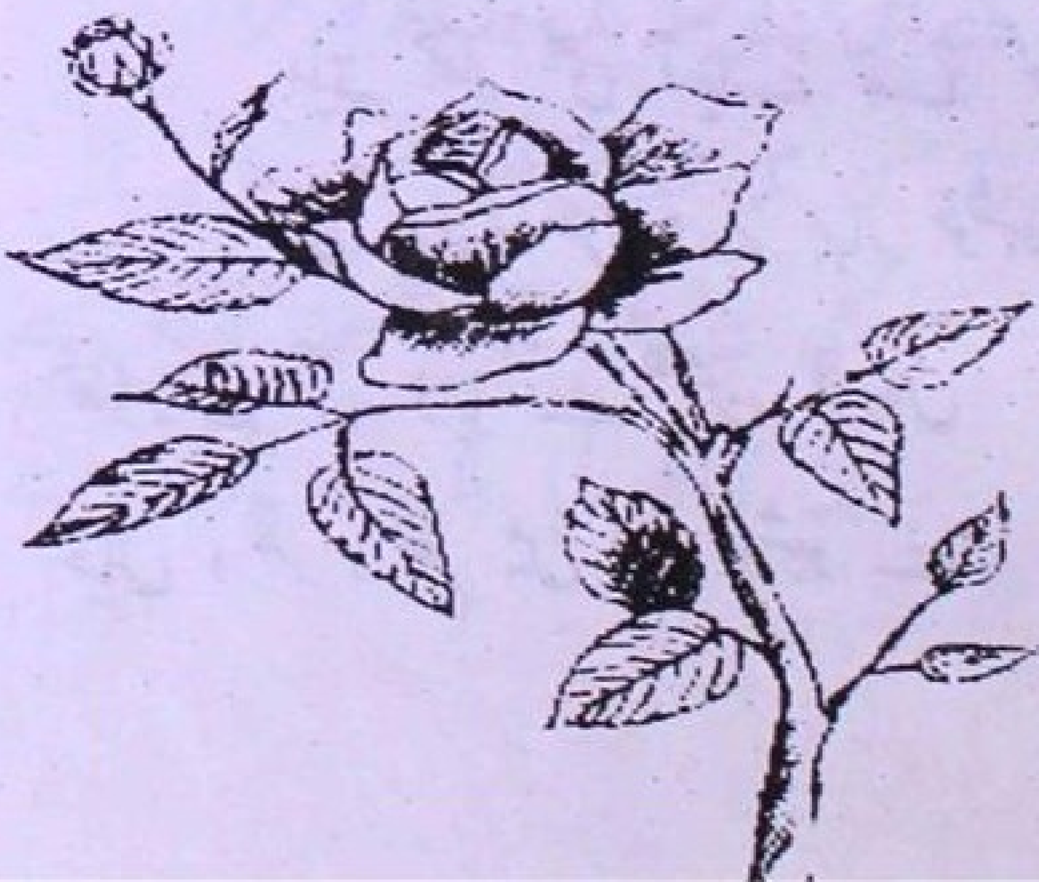
یہ مہربانی کہ زخم کھا کر دعائیں ہونٹوں پہ کھیلتی ہیں
وہ دشمنوں کو نوازتے ہیں قبائے رحمت اوڑھا اوڑھا کر

لقب ہے اُمّی مگر معلم جہانِ علم و ادب کے ایسے
بنایا رشکِ علوم و حکمت کتابِ برحق پڑھا پڑھا کر

تمہارے پروانۂ محبت ، تمہارے اسمِ جمیل پر ہی
مزے شہادت کے لوٹتے ہیں خود اپنی گردن کٹا کٹا کر

گناہ گاروں پہ چشمِ رحمت ، کرم کے محتاج ہیں بچارے
ترے سہارے پہ جی رہے ہیں تجھی سے ہی لو لگا لگا کر

ضیاؔ قصیدہ کا ایک مصرعہ قبول درگاہِ رب ہوا تو
ہزاروں جنت خرید لوں گا نبی ﷺ کی نعتیں سنا سنا کر



دستِ بہار

دماغ میرا بھی ہو مشکبار خوشبو سے
ملادے مجھکو بھی اے کردگار خوشبو سے

مرا بھی دل ہو کسی غارِ ثور کے جیسا
دعائیں لے مرے تن کا دیار خوشبو سے

ورق ورق ہو بیاضِ حیاتِ برگ گلاب
مہک اٹھیں مرے لیل و نہار خوشبو سے

سلیقہ مجھکو بھی آجائے مدح گوئی کا
جلا چراغ مرا اے بہار خوشبو سے

تصوّرات کی دنیا ہے گلشنِ فردوس
خیال و فکر و نظر میں خمار خوشبو سے

ہجومِ گل ہے کہ اشعار کی یہ آمد ہے
بنا ہے ذہن بھی سرمایہ دار خوشبو سے

شگوفے لفظ کے پھوٹے ہیں شاخ شاخ تمام
بڑے غضب کا ہے یہ کاروبار خوشبو سے

خزاں کے ہاتھ نہ چھو پائیں میرے دامن کو
میں لے رہا ہوں یہ قول و قرار خوشبو سے

مرا قصیدہ تری بزم میں حقیر سہی
مگر اسے بھی تو نسبت ہے یار خوشبو سے

بہت ہے اس کے صلہ میں وہ چند لمحہ مرا
جو مدح حسن میں تھا ہمکنار خوشبو سے

کبھی نہ رشتہ ہُوا اُستوار خوشبو سے
زمانہ کھاتا رہا بلکہ خار خوشبو سے

نظر چراتے رہے کم عیار خوشبو سے
کوئی نگاہ نہ کرتا تھا چار خوشبو سے

مہیب تر تھے قبیلوں کی جنگ کے سائے
بہت ہی دور تھا دل سایہ دار خوشبو سے

نظر نظر میں تھکاوٹ قدم قدم پہ ہراس
ہنوز خالی تھا دستِ بہار خوشبو سے

وہ معرکہ بھی عجب معرکہ تھا کانٹے کا
جو ہو رہا تھا سمندر کے پار خوشبو سے

سفر تمام ہوا آخرش گناہوں کا
تھے گل تو گل ہی مہک اٹھے خار خوشبو سے

ملی جو صبح شبِ انتظار خوشبو سے
لپٹ کے رہ گئی دیوانہ وار خوشبو سے

نکل کے آیا جو ناقہ سوار خوشبو سے
مہکتا رہ گیا سارا دیار خوشبو سے

وہ کس کے پیرہنِ حسن کی تھی گلکاری
چہک اٹھا سرِ سدرہ ہزار خوشبو سے

اسیر دہر ہوا جس کی زلفِ شبگوں کا
دلوں کو اس نے کیا ہے شکار خوشبو سے

ضرور کوئی گل اندام آیا ہوگا یہاں
کئی دنوں سے مہکتا ہے غار خوشبو سے

جو روندے جاتے تھے کل تک قدم سے دنیا کے
بسے ہوئے ہیں وہ گرد و غبار خوشبو سے

ادھر پھر آئے گا کب خوشبوؤں کا شہزادہ
کلی یہ پوچھتی ہے بار بار خوشبو سے

جھلستی ریگ پہ خوشبو کی کشتیاں اتریں
تمام دشت ہوا مشک بار خوشبو سے

وہ بوئے دوست کسی پھول سے نہیں ملتی
مثال دیجیے چاہے ہزار خوشبو سے

سفینۂ زرِ گل بھی خجل ہے اس لب سے
اتارا لیتی ہے فصلِ بہار خوشبو سے

ہے اسوۂ حَسَنَہ ہی تمام روحِ گلاب
بسی ہے خُلق کی وہ جوئبار خوشبو سے

جو فاطمہؓ ہیں کلی تو حسنؓ حسینؓ ہیں پھول
ہے دین زندہ اسی جاں نثار خوشبو سے

سوائے پنجتن پاکؓ کوئی سمت نہ دیکھ
ملے گا کیا تجھے ناپائیدار خوشبو سے

سرِ فرات نبی ﷺ کے گھرانے والوں نے

کیا ہے دین کا کامل حصار خوشبو سے

بیان صَلُّوْ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ ہے دلیل

خدائے پاک بھی کرتا ہے پیار خوشبو سے

ضیاؔ وجود مرا سر بسر گناہ سہی

مگر کرم کا ہوں امیدوار خوشبو سے

ذہن میں فکر میں کہیں ہوتا

کہیں تو بر سرِ زمیں ہوتا

یہ تو ایسا کلامِ برحق ہے

جیسا انسان کا نہیں ہوتا



سیہ ترین تھا الحاد کی فضا کا لباس
رہینِ بخیہ گری سب کی التجا کا لباس

سیاہ دور سیہ لوگ خواہشیں تھیں سیہ
ہر ایک شخص تھا پہنے ہوئے دغا کا لباس

نہ کوئی دستِ کرم جو دلوں میں نور بھرے
نہ کوئی آنکھ جو پہچانتی وفا کا لباس

سسک رہی تھی جوانی ضعیفی عاجز تھی
غضب کہ کعبہ بھی پہنے تھا بتکدہ کا لباس

ہر ایک سمت تھا ظلم و ستم کا ہنگامہ
دکانِ عقل میں لٹکا ہوا انا کا لباس

کہیں نہ ایسا تھا بازارِ عشق جس میں کوئی
خریدنے کے لئے آتا پارسا کا لباس

اک ایک بخیہ تھا ادھڑا ہوا شرافت کا
پرونے والا نہ تھا کوئی آشنا کا لباس

یہ سلسلہ بڑھا اتنا کہ پھر معاذ اللہ
لہو سے تر کیا اُمّت نے انبیا کا لباس

پکارنے لگے مظلوم اے خدائے جہاں
کسی کو بھیج جو پہنا دے اِتّقا کا لباس

سنی پکار جو بندوں کی خالقِ کل نے
تو بھیجا نور کو پہنا کے مصطفیٰ ﷺ کا لباس

وہ آیا نور تو رحمت تمام ساتھ آئی
ہر ایک جسم پہ تھا نور کی عطا کا لباس

جہانِ قیصر و کسریٰ کو روند آئے ہیں
پہن کے لوگ اسی نور کی دعا کا لباس

وہ نور، نورِ جہاں، نورِ حق ہے نورِ خدا
جو نور پہنے ہوئے ہے قُلْ اِنَّمَا کا لباس

تمام ذرے چمک اٹھے مسکرانے سے
تبسمِ لبِ یاقوت کی ادا کا لباس

وہ مصطفٰےؐ ہیں مرے مجتبٰی ہیں صلِّ علیٰ
انہی کو زیب ہوا مظہرِ خدا کا لباس

ہے اشتیاق مری جاں اسی نبیؐ پہ نثار
دیا ہے جس نے ہمیں صبرِ کربلا کا لباس



طشت جاں

کسی کے مدِ مقابل ہیں آئینے دل کے
بدل کے آج رہینگے یہ رنگ محفل کے

بھنور میں اترو تو کچھ موتیاں بھی پاؤ گے
فضول بیٹھے ہو تم آسرے پہ ساحل کے

سخنورو جسے تم میرا شعر کہتے ہو
یہ طشتِ جاں پہ سجے قاش ہیں مرے دل کے

عجیب بات ہے یہ کتنی سلطنت بدلی
کہ انتظار میں ہے اب بھی صبح منزل کے

ذرا سا غور کرو اس کلی کی مجبوری
جو مسکرا نہ سکی اپنے باغ میں کھل کے

میں کہہ رہا ہوں یقیناً بلالؓ ہی ہوگا
دبا ہے نیچے جو پتھر کی آہنی سِل کے

ہیں زندہ لوگ مگر زندگی کا نام نہیں
بغیر مغز کے پھل صرف چھلکے ہی چھلکے

یہی مزاج زمانہ رہا تو کیا ہوگا
بہار ہوگی نہ وہ چہچہے عنادل کے

خدا کے فضل سے راس آگئی زمینِ سخن
وہ سہل ہوگئے جو مرحلے تھے مشکل کے

نصیبِ جاگ اُٹھے آج آب اور گِل کے
قدم زمین پہ اترے ہیں عبد کامل کے

ہزاروں سال پہ لوٹی ہے اپنے مرکز پر
بہار سوچ کے یہ رو پڑی گلے مل کے

سسکتی روح کی دنیا میں انقلاب آیا
بفیضِ ختم رُسل ﷺ پھول کھل گئے دل کے

نظر نظر میں مروت کی جگمگاتی سحر
قدم قدم پہ جل اُٹھے چراغ منزل کے

اے خفتگانِ شبِ تار اب تو اُٹھ بیٹھو
ہدائے آئے ہیں یاایھاالمزمل کے

نگار خانۂ حسن جہاں نچھاور ہیں
ادا کے، حسن کے، اوصاف کے، شمائل کے

جو صدیوں لڑتے تھے اک مشک آب پر باہم
وہ لوگ رہتے ہیں اب بستیوں میں گھل مل کے

تو بڑھ کے تھام لے دامانِ اسوۂ حسنہ
اسی میں حل ہیں زمانے ترے مسائل کے

مٹے مٹے سے یہ نقش قدم غنیمت ہیں
بنائینگے ہم اِنہیں کو چراغ منزل کے

ضیاءؔ کہیں کوئی پروانہ جل گیا ہوگا
نکل پڑے ہیں یہ آنسو جو شمعِ محفل کے

غارِ تاریک میں رونے والے
فردِ عصیاں مری دھونے والے
تیرے اشکوں پہ نچھاور رحمت
بسترِ خاک پر سونے والے



میزاب

رنگ برساتا ہوا افکار کا میزاب ہے
نو بہ نو لفظ و معانی کا نیا ہر باب ہے

آسمانِ شاعری پر رونما مہتاب ہے
چاندنی چھڑکاؤ کرتی چادر سیماب ہے

روشنی کی سبز نہریں نوکِ خامہ سے رواں
پھول کی کشتی اُٹھائے فن کی سطح آب ہے

خوشبوؤں سے بھر رہا ہے گلستانِ حسن زار
خیمہ زن حد نظر تک حلقۂ احباب ہے

دیکھکر موجِ رواں شہدِ سخن کی جھیل میں
سبزۂ صنعت پہ اُترا کس قدر سرخاب ہے

گیسوئے مشکیں بکھیرے تو کہاں چل دی نسیم

اور ایسے وقت جب دنیا بھی محو خواب ہے

چھن رہی ہے نقرئی آنچل میں گلگونی شراب

چہرہ رندانِ سحر کا مثل گل شاداب ہے

قمریانِ شاخِ مدحت زیرِ لب ہیں نغمہ زن

شہپر طاؤس ہم رنگِ شبِ مہتاب ہے

اک نئی صورت میں آتی ہے نظر یہ کائنات

چارسو بکھرا ہوا کیوں جلوۂ زرتاب ہے

کچھ تو آخر بات ہوگی انقلابِ دہر میں

منتظر کس کا حرم میں منبر و محراب ہے

دشت طائف تک ہے چرچا کس خرامِ ناز کا

گوشہ غار حرا کس کے لئے بیتاب ہے

جس کی آمد کے لئے سارا جہاں بیتاب ہے

اسمہٗ احمد ، وہ یکتا گوہرِ نایاب ہے

المزمل، المدثر، جامعِ خلقِ عظیم

رحمۃ للعالمیں وہ صاحب القاب ہے

ذکر ہے جس کا ''ورفعنا لک ذکرک'' ہنوز

دبدبہ جس کا بیانِ ''سورۂ احزاب'' ہے

وہ احادیث مروت ، وہ محبت کی کتاب

آئینہ در آئینہ وہ ''یا اولو الالباب'' ہے

غاشیہ بردار جس کے انبیا و مرسلین

سرِّ وحدت کا ہے محرم مجمع الآداب ہے

حسنِ روئے پاک پر ''والشمس'' کی آیت دلیل

''والقمر'' پیشانی گویا جلوۂ مہتاب ہے

درِّ دنداں آپ کا وہ سین ہے "یٰسین" کی
نازکی لب کی ہے یا برگِ گلِ شاداب ہے

آیت واللیل لکھیں لیلۃ الاسریٰ کہیں
مرحبا صلِّ علیٰ کیا گیسوئے شب تاب ہے

انکی طاقت پر ہزاروں قوتِ مرداں نثار
گردِ پا انکی رُکانہ، رستم و سہراب ہے

ساری امت بخشوا کر ہی رہے گی دیکھنا
اف یہ چشمانِ محمدؐ جس طرح پُر آب ہے

انکی ذاتِ پاک کا عرفان کب کسکو ہوا
کل بھی یہ نایاب تھا اور آج بھی نایاب ہے

اس تبسم کے حوالے سے چمن کی آبرو
انکی برگِ لب کا صدقہ موجۂ شاداب ہے

ابر نیسانِ کرم اس طرح برسا ٹوٹ کر
بوند سے حسنِ خودی کی ہر صدف پُر آب ہے

ہم سے بیمارانِ اِمت پر بھی شفقت یا نبیؐ
آپ کی رحمت سے تو سارا جہاں سیراب ہے

''لحمک لحمی'' سے ظاہر ہیں مقاماتِ علیؓ
یہ اخوت اصل میں درِّ نجف کی آب ہے

سلّم اللّٰہُ علیٰ روحِ النبیؐ صلّیٰ علیہ
گلشنِ زہراؓ کا صدقہ ہے جو آب و تاب ہے

اب ضیائےؔ ناتواں پر بھی نظر فرمایئے
بے سہارا یکہ و تنہا سرِ گرداب ہے

قابلِ فخر ہے شمشاد کا بالا ہونا
پھر بھی ممکن نہیں نعلین سے اعلیٰ ہونا
اونچی اونچی تو عمارات بہت ساری ہیں
سب کی قسمت میں کہاں گنبدِ خضریٰ ہونا

پھولوں کی طرح اب لب کھولو
خوشبو کی زباں میں کچھ بولو
محبوبِ خدا کی مدحت ہے
ایمان میں لفظوں کو تولو

خدا کو دیکھنے والی نظر وہ کیا ہوگی
حریمِ نورِ الٰہی کہ آئینہ ہوگی
ہزار عالمِ امکاں ہوں جس ہتھیلی پر
وہی تو ذات ہے جو نائب خدا ہوگی

زلف والّیل، رُخ والضّحیٰ ہے
سُرمگیں چشم وہ ماطغیٰ ہے
گفتگو ان کی وحیِ الٰہی
جن کے لب پر خدا بولتا ہے

الصّلوٰۃ والسّلام

اے چراغِ صحنِ کعبہ الصّلوٰۃ والسّلام
جلوۂ شہرِ مدینہ الصّلوٰۃ والسّلام
زینتِ یٰسین و طٰہٰ الصّلوٰۃ والسّلام
گویا قرآں ہے سراپا الصّلوٰۃ والسّلام
زمزمہ غارِ حرا کا الصّلوٰۃ والسّلام
ثور کی خلوت میں گونجا الصّلوٰۃ والسّلام
عارضِ تاباں سے پھوٹی والضحیٰ کی روشنی
نور میں منظر نہایا الصّلوٰۃ والسّلام
ہے جبینِ پاک یا آئینہ والفجر ہے
رخ سے کہتا ہے اُجالا الصّلوٰۃ والسّلام
قدر کی راتیں نچھاور ان کی زلفِ پاک پر
اور خمِ محرابِ کعبہ الصّلوٰۃ والسّلام

انبیا آئے رُسل آئے یہاں لاکھوں مگر
آپ سا ہے کون آیا الصّلوٰۃ والسّلام

ارضِ مکّہ پر برستا تھا وہ ساون نور کا
جھوم کر کہتا تھا کعبہ الصّلوٰۃ والسّلام

ان کے فرقِ پاک پر تاجِ رسالتؐ دیکھ کر
ہوگیا وارفتہ قبلہ الصّلوٰۃ والسّلام

بے مثیل و بے مثال و بے نظیر و لاجواب
آپ کا ثانی نہ سایہ الصّلوٰۃ والسّلام

آپ ہی کے دم قدم سے سارے عالم میں بہار
آپ سے ہر سو اُجالا الصّلوٰۃ والسّلام

زمزمے قَدْ جَآءَ کُمْ کے ہیں جہاں میں چارسو
گڑ گیا کعبہ میں جھنڈا الصّلوٰۃ والسّلام

مومنو پڑھتے رہو ہر وقت آقا پر درود
قدسیوں کا ہے وظیفہ الصّلوٰۃ والسّلام

بارہویں کی صبح ، مکّہ کی زمیں ، ہاشم کے گھر
آسماں سے چاند اترا الصّلوٰۃ والسّلام

ہم گنہگاروں پہ بھی پڑ جائے رحمت کی پھوار
آپ ہیں سب کے مسیحا الصّلوٰۃ والسّلام

ربِّ ہبلی امتی وردِ زباں ہر دم رہا
پا لیا بخشش کا مژدہ الصّلوٰۃ والسّلام

رحمۃ للعالمیں سارے جہاں کی آبرو
سب پہ ہے رحمت کا سایہ الصّلوٰۃ والسّلام

آپ کی ذاتِ گرامی پر خدا کا بھی سلام
ہم غلاموں کا بھی تحفہ الصّلوٰۃ والسّلام

فقر کی وہ شان کہ فاقہ تھا گھر میں تین دن
پھر بھی اُف لب پر نہ آیا الصّلوٰۃ والسّلام

گنبدِ خضریٰ پہ ہر دم بارشیں ہیں نور کی
کہہ رہا ہے قطرہ قطرہ الصّلوٰۃ والسّلام

میں وہ سنّی ہوں ضیائے شاہبازی کہ مِرا
حشر تک لاشہ کہے گا الصّلوٰۃ والسّلام

☆☆☆



Wali ul Alam Academy
Khanqah-e-Alia, Shahbazia
Mullachuck Shareef, Bhagalpur, Bihar

Rs. 90/-